بسرپرستی انڈین کرسچن کانفرنس لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۶۸۰

مسیحی لاہور

دسمبر ۱۹۲۴ء

جلد ۱

نمبر ۷

ہندوستانی مسیحیوں کا مذہبی اخلاقی علمی تمدنی ماہواری رسالہ

ایڈیٹرز (۱) مسٹر کے ایل لیارام صاحب ہیڈ ماسٹر
رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور۔ ایڈیٹر انچیف

(۲) مسٹر آہسون جیکب صاحب عاصی بی اے بی ٹی
جائینٹ ایڈیٹر۔

اُردو کی نئی کتابیں

احادیث اہل اسلام - مولفہ پادری گولڈ سیک صاحب۔ احادیث کا آغاز، سند و صحت۔ تالیف و تقسیم۔ احادیث و بائبل قرآن اور عقل صفحہ ۱۳۲ ... ... ۶/

الغزالی مصنفہ پادری ایس۔ ایم۔ زویمر صاحب۔ امام غزالی کی پیدائش۔ تعلیم۔ سیاحت۔ تصنیف۔ اخلاقی تعلیم۔ امام غزالی بحیثیت صوفی۔ اسکی تصانیف میں یسوع مسیح۔ قابل مطالعہ تصنیف ہے۔ انگریزی تصاویر بلاک صفحہ ۲۴۰ عہ/

آسمان کی بادشاہت مصنفہ پادری اے۔ ای۔ ڈیوٹ صاحب۔ مضمون نام سے ظاہر ہے صفحہ ۸۰ ۲/

الطریقت - از پادری جے ٹیکل صاحب۔ تصوف باطنی طریقہ کی منزلیں کامل روحانی راہنما مسیح اور روحانی تجلا مسیحی تفصیل صفحہ ۹۳ ۴/

دلچسپ اور نصیحت آموز ۵۰ کہانیاں - بچوں کے لئے پادری عظمت اللہ صاحب کی یہ کہانیاں بہت عمدہ و سبق آموز ہیں صفحہ ۱۱۰ ۵/

ہادی النساء - مسز میری وڈ ایلن صاحبہ ایم ڈی کی انگریزی کتاب کا ترجمہ۔ جو جوان مستورات کیلئے جسم کی حفاظت۔ خوراک۔ نیند۔ تنفس۔ تنگ لباس کے نقائص۔ ورزش جسم۔ دماغ۔ لڑکی کا سن بلوغت۔ امراض نسوانی۔ تخلیہ کی عادات مذموم۔ سامان تفریح وغیرہ کے متعلق تحقیقی راہنما ہے۔ صفحہ ۲۲۴ ۱۲/

حالات و تعلیمات مسیح - مسیح کے واقعات پیدائش و لڑکپن تعلیمات معجزے دکھ اور موت قیامت و صعود صفحہ ۴۳ ۳/

حیات المسیح - پادری طالب الدین صاحب مرحوم کی تالیف ہے اب دوسری بار بعد نظرثانی آسان اردو میں شائع ہوئی ہے صفحہ ۲۴۸ - ۱۲/

انسان کیا ہے؟ از پادری ڈبلیو۔ آر۔ ڈبلیو۔ گارڈنر صاحب۔ ابتدائے انسان اسکی فطرت اسکی پیدائش کا مقصد صفحہ ۹۰ ۳/

کرنتھی مسیحیوں کو پولوس رسول کے دوسرے خط کی تفسیر - از پادری جے جے لوکس صاحب صفحہ ۲۳۶ عہ/

مسیح کی موت کے مختلف پہلو - مسیح کی موت۔ زندگی کا دروازہ۔ موت تک محبت۔ بعد کی راہنمائی۔ اور موت پر غالب آنے والی موت ہے۔ مسیح کی موت کا رشتہ صفحہ ۳۳ ۲/

المشتہر

سیکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی لاہور

15th November. The Punjab Indian Christian Conference was 'AT HOME' to His Excellency Sir Malcolm and Lady Hailey.

The Hon'ble Raja Sir Harnam Singh Ahluwalia is seated on His Excellency's left.

فہرستِ مضامین

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام مسٹر کے ایل لیارام صاحب ہیڈ ماسٹر رنگ محل سکول لاہور ہونی چاہیئے۔ باقی خط و کتابت و ترسیل زر چندہ و عطیہ وغیرہ بنام مسٹر فی خاں۔ بی اے بی ٹی منیجر۔ رنگ محل مشن سکول لاہور آنی چاہئیں ◆
قیمت۔ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک دو روپے ۸ر۔ ۵۰ سے کم آمدنی والوں کے لئے فقط دو روپے ◆

سرملکم اور لیڈی ہیلی کو جلسۂ خوش آمدید

۱۵۔ نومبر ۱۹۲۴ء کو چار بجے شام کے لاہور میونسپل ٹاؤن ہال میں پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس نے کل مسیحیان پنجاب کی طرف سے گورنر اور لیڈی ہیلی کو خوش آمدید کہنے کے لئے ایک جلسہ بڑی دہوم دہام سے کیا۔ کانفرنس کے بیدار مغز، بلند خیال۔ وسیع النظر۔ حقیقی ہمدردِ قوم پریزیڈنٹ مسٹر کے ایل رلیارام نے فقط کل مسیحیوں کو صلائے عام دی بلکہ قوم میں اتحاد اور قوت پیدا کرنے کے لئے اس بات کا خیال رکھا کہ ہر مسیحی خاندان کا کم سے کم ایک شخص ضرور شامل ہو۔ قوم زبان حال سے باآوازِ بلند کہتی تھی کہ میرے فرزندو اٹھو اور میرا نام روشن کرو۔ چنانچہ جب یہ تحریک شروع ہوئی تو کیا گاؤں کیا شہر کے مسیحی سب نے لبیک کہی اور جوق جوق لاہور میں آئے اور جلسے میں رونق افزا ہوئے۔

احاطہ ٹاؤن ہال دلہن کی طرح آراستہ کیا گیا۔ ایک چھوڑ چار بینڈ باجے نوبت بنوبت بج رہے تھے۔ سکاؤٹ جابجا سرگرمِ انتظام تھے ایک طرف مشغلز نے اول طعام بعدہٗ کلام کو صحیح کرکے دکھانے کی غرض سے بہشت کا نقشہ زمین پر کھینچ دیا تھا۔ خانساماں مثل غلمان کمربستہ کھڑے تھے۔ نقل ہائے بوقلموں گوناگون سونے اور چاندی کو شرما دینے والی طشتریوں میں نہایت خوبصورتی سے چنے دہرے تھے۔ گرم چائے دیکھکر دل میں گرموشی پیدا ہوتی تھی۔ شامیانے میں عجب بہار تھی صدر مسند میں حضور گورنر بہادر کے لئے کرسی زرنگار رکھی ہوئی تھی جس پر سرخ مخمل کی گدیاں لگی ہوئی تھیں جن پر سلمے ستارے کا کام آنکھوں میں چکاچوند کا عالم دکھاتا تھا۔ کرسی کی پشت پر شیر کھڑا تھا جو یہوداہ کے شیر کی یاد دلوں میں تازہ کرتا تھا۔

مسیحی اور غیر مسیحی مہمان وقت مقررہ پر آنے شروع ہوئے جو آیا پریذیڈنٹ کانفرنس نے پھولوں کے ہار گلے میں ڈلوائے پھر شامیانے میں بعد استقبال بصد عزو ناز بٹھایا یہاں تک کہ تمام جگہ رنگا رنگ کے گلدستوں سے رشک گلزار بن گئی۔

لیڈی ہیلی اور گورنر بہادر مع اپنے افسران رکاب کے موٹر پر عین چار بجے تشریف لائے۔ سلامی ریلوے بینڈ نے اتاری۔ استقبالیہ کمیٹی جس میں شہر کے سرکردہ مسیحی گاؤں کے نمبرداران ومنادان تھے دروازے پر صف باندھے خیر مقدم کے لئے کھڑے تھے۔ راجہ ہرنام سنگھ صاحب نے سب کا تعارف گورنر بہادر اور لیڈی صاحبہ سے کرایا۔ رنگ محل مشن سکول کے بینڈ نے پھر سلامی دی۔ بٹالہ، لدھیانہ اور لاہور کے سکاؤٹوں کی فوج آداب بجالائی۔ فوج کا معائنہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تصویر لی گئی۔ پھر سلامی بجتے ہوئے استقبالیہ کمیٹی کے جلوس کے ساتھ شامیانے میں آئے سب نے کھڑے ہو کر خیر مقدم کہی۔ فخر قوم راجہ ہرنام سنگھ اہلووالیہ نے مسند نگارین پر بٹھایا۔ قوم کے ممتاز اصحاب دائیں بائیں مسند پر پایہ بپایہ بیٹھے۔ راجہ سر ہرنام سنگھ نے گورنر بہادر کے سامنے کھڑے ہو کر کل مسیحیان پنجاب کی طرف سے خیر مقدم کا ایڈریس نہایت ادب سے پڑھا۔ گورنر بہادر اٹھے اور ایڈریس کا جواب باصواب دیا جس سے ہماری قوم کا پایۂ افتخار آسمان تک بلند ہوا ؎

کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید
کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے

میزبان نے خوان الوان کھلوائے۔ سب مہمانوں نے خوب مزے سے کھائے خوش گپیاں اور ملاقاتیں شروع ہوئیں۔

ایک ایک کی زبان پر کانفرنس اور اس کے لائق پریذیڈنٹ کی حسن تدبیر کے ترانے جاری تھے۔ بیرنگ ہائی سکول بٹالے کے سکاؤٹوں نے اپنے فن دکھا کر گورنر اور لیڈی اور جملہ حاضرین کو بہت محظوظ کیا۔

بعد میں پریذیڈنٹ کانفرنس گورنر بہادر اور لیڈی ہیلی کو گاؤں کے لوگوں کی طرف لے گئے۔ گورنر بہادر نے گاؤں کے نمبرداران وچیدہ سربراہ کاراں سے ہاتھ ملائے۔ اور اُن سے باتیں کیں۔ ان کی بھولی بھولی باتیں جو دلِ بے غل سے نکلتی

تھیں سنیں۔ مل ملاکر سکاؤٹوں کی تینغ چوبیں کی محراب نما کے نیچے سے ہوتے ہوئے گورنمنٹ ہاؤس تشریف لے گئے۔ جلسہ برخاست ہوا مگر لوگ کچھ ایسے تمام انتظام سے خوش ہوئے کہ اندھیرے تک آپس میں گفتگو اور ملاقات میں سرگرم رہے۔ امید ہے کہ اس قسم کے جلسوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور ہماری قوم کو اخلاقی تمدنی اور سیاسی فائدہ بے حد پہنچیگا۔

رات کو مسٹر کے ایل رلیا رام کے مکان پر اور مہا سنگھ باغ میں دیہاتی اور شہری مسیحیوں کو جو پنجاب کے مختلف شہروں سے آئے تھے ضیافت دی گئی۔ بہت سے دیہاتی بھائیوں کے ٹھہرنے کا انتظام رنگ محل مشن سکول میں کیا گیا تھا ہر طرح کا آرام اُن کے لئے مہیا کیا گیا۔ لوگ خوش خوش اپنے گھروں کو لوٹے۔

ہم مسٹر کے ایل رلیا رام پریزیڈنٹ اور ممبران کرسچن کانفرنس کو بالخصوص مبارکباد دیتے ہیں۔ اور ان تمام مسیحیوں کو عموماً تہنیت کہتے ہیں جنہوں نے اپنی قوم کی اشد ضرورتوں کو محسوس کرکے اس جلسے میں قدم رنجہ فرمائی کی۔ مسٹر اور مسز ڈی ایل دت مستحق خاص مبارکبادی کے ہیں۔ کیونکہ اس جلسے کی کامیابی مسٹر دت اور انکی میم صاحبہ کے عمدہ انتظام کا نتیجہ ہے۔

آیٹن فریڈرک جیکب عاصی از لاہور

ترجمہ ایڈریس

منجانب ۔ ممبران پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس۔

بخدمت حضور فیض گنجور جناب سر ولیم ملکم ہیلی صاحب۔ کے۔ سی۔ ایس آئی سی۔ آئی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس گورنر بہادر صوبہ پنجاب۔

حضور پر نور۔

ہم ممبران پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس بہ حیثیت اپنی قوم کی کثیر تعداد کے نمائندہ ہونے کے جناب کے اس صوبے کے منصب جلیلہ گورنری پر سرفراز ہو کر لاہور میں تشریف لانے پر حضور انور اور لیڈی ہیلی کو بڑے تپاک اور صدق دلی سے خیر مقدم

کہتے ہیں۔

ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ حضور نے اس صوبے کی کارپردازی ایسے وقت میں اختیار کی ہے جب کہ نہایت ضروری و پیچ در پیچ معاملات درپیش ہیں جن میں اگر ایک عقلمند مدبر ہی بڑے استقلال اور ہمدردی سے ہاتھ ڈالے تو حل ہو سکتے ہیں۔

جناب عالی! ہمیں یقین واثق ہے کہ آپ کی پنجاب سے کما حقہ واقفیت۔ آپ کا وسیع تجربہ جو آپ نے گورنمنٹ آف انڈیا کے زیر طرح طرح کے مناصب جلیلہ پر مامور ہو کر اور نہایت قابل تعریف کارہائے نمایاں دکھلا کر حاصل کیا ہے۔ اور جناب کی ذاتی ذہنی قابلیت اور اعلیٰ شخصیت آپ کے بعہدہ گورنری پر تقرر حاصل کرنے کو نہایت مناسب و مستحق ثابت کرتی ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ توفیق الٰہی سے حضور کا زمان حکومت صلح، امن خوشحالی اور باقاعدہ ترقی کا زمانہ ثابت ہو جو ہندوستان کو آزادی اور اتحاد کے منزل مقصود تک لے جائے اور ہمارے ملک کو وفاداری اور دوستی کے رشتوں سے قوموں کی نعمت مشترکہ یعنی گورنمنٹ برطانیہ سے وابستہ کرے۔

حضور انور! ہماری قوم اگرچہ تعداد میں قلیل ہے تاہم برسر ترقی ہے اور بہت سے تعلیمی۔ مدنی معاشرتی اور روحانی معموں کو حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جناب عالی ہمیں یقین ہے کہ ہماری قوم نے اس صوبے کی صیغۂ تعلیم میں ایک حد تک خدمت کی ہے۔ اور کر رہی ہے۔ خصوصاً تعلیم نسواں کے متعلق ہم نہ فقط سلسلہ جنبانی کرنے والے ہیں بلکہ زیادہ تر تعداد استادوں کی جو اس بڑے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ ہماری ہی قوم کے لوگ ہیں۔ ہماری قوم اپنی مدد آپ کرنے کے سبق سیکھ رہی ہے۔ نیشنل مشنری سوسائٹی کی بنا برسوں ہوئے "ہندوستان اور فقط ہندوستان" کے اصول پر قایم کی جا چکی ہے۔ اس سوسائٹی کا صدر مقام ضلع منٹگمری میں ہے جہاں کہ یہ دیہاتی مسیحیوں کے تمدنی عروج کے لئے بدل و جان کوشاں ہے اور طبی امداد کا سرچشمہ بنی ہوئی ہے۔

ہم نے ایک سنٹرل کواپریٹو بنک بھی قایم کیا ہے تاکہ اپنی قوم کے کاشتکاروں کو تقویت دیں۔ اور ہماری یہ کوشش مسٹر ایچ کلورٹ صاحب رجسٹرار جائنٹ

شاک کمپنی کی قابل اور ہمدردانہ صلاح سے کافی کامیاب اور بار آور ہو چکی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ہماری کوششیں جو ہم اپنی قوم کی مالی اور تمدنی حالت کی بہبودی کے لئے کر رہے ہیں حضور انور کی گورنمنٹ اس میں ہمارے ساتھ نہایت ہمدردی اور حوصلہ افزائی فرمائیگی ◆

جو دلچسپی لیڈی ہیلی نے عورتوں اور بچوں کی حفظان صحت اور خیرو عافیت میں لی ہے۔ اور جس سرگرمی سے انہوں نے گرل گائیڈز اور بوائے سکاؤٹ موومنٹ میں جو لڑکے اور لڑکیوں کے چال چلن اخلاق و آداب سنوارنے والی تحریکیں ہیں حصہ لیا ہے۔ ہمارے دلوں پر کالنقش فی الحجر ہے۔ ایسی اور اس قسم کی اور تحریکوں میں ہماری قوم جو فرائض اس کے ذمے ہیں اختیار اور ادا کرنے کو نہایت حاضر و مستعد ہے۔

ہم نہایت ادب سے حضور انور اور لیڈی ہیلی کے آج شام کو ہمارے جلسے میں تشریف آوری کا شرف بخشنے پر نہایت شکرگذار ہیں اور مکرر آپ کو بڑی نمک حلالی اور سرگرمی سے خیر مقدم کہتے ہیں۔

خاکساران مسیحیان پنجاب
بمعرفت راجہ سر ہرنام سنگھ اہلوالیہ

ترجمہ سپیچ گورنر بہادر

بجواب ایڈرس تہنیت

حضرات! میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے معاف رکھیں گے اگر میں کوئی باقاعدہ جواب اس ایڈریس کا نہ دوں جو راجہ سر ہرنام سنگھ صاحب نے آپ کی قوم کی طرف سے پیش کیا ہے۔ خاصکر اگر میں زیادہ تر اپنے آپ کو اس خوشگوار امر تک ہی محدود رکھوں اور اس حقیقی شکرگذاری کا اظہار کروں جو آپ کے مجھے اور میری اہلیہ کو بڑی دلی گرمجوشی کے ساتھ مبارکباد کہنے پر میرے دل میں پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ

آپ کا ایڈریس خوش آمدید کا ایڈریس ہے اس لئے اس کا جواب دینے میں مجھے وہ مشکل واقع
نہیں ہوتی جو بعض وقت مجھے درپیش آتی ہے۔ مثلاً ایسا ایڈریس جس کے جواب میں قومی
نمایندگی کی درستی یا نادرستی پر بعد غور وخوض بلیغ رائے ظاہر کرنی ہو یا مجھے مجبوراً گول مول
جواب ظاہرا لاجواب کر دینے والے مالی امداد کے سوال کے متعلق دینا پڑے۔ آج
وہ وقت ہے جب کہ پنجاب کی مختلف اقوام کے مابین رقابت سی پائی جاتی ہے۔
اس لئے مجھے قدرتی طور پر اس کام کی تعریف کرنے کی کوشش میں تامل پیدا ہوتا ہے
جو ہندوستانی مسیحیوں نے پنجاب میں اپنے اور اوروں کے فائدے کے لئے کیا ہے
اور جو طاقت اس قوم نے اپنی تمدنی اور علمی ترقی میں اضافہ پیدا کرنے کے لئے دکھائی
ہے لیکن اور قوموں کے بُرا مان جانے کے احتمال سے میں آپ کو ایک صیغے میں جس
میں آپ نے خاص ترقی حاصل کی ہے مبارکباد کہنے سے نہیں رک سکتا۔ وہ صیغہ
تعلیم ہے۔ عیسائی مشنری سوسائٹیوں نے پنجاب میں چار کالج قایم کئے ہوئے
ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ اس میں سے ایک لڑکیوں کے لئے ہے۔ انکے
۱۹ ہائی سکول اور ۷ مڈل سکول ہیں۔ اور لڑکیوں کی تعلیم کم سے کم اس قوم میں اور
قوموں کی نسبت زیادہ ہے۔ بے شک آپ لوگوں ہی میں سے اس صوبے کے لڑکیوں
کے سکولوں میں زیادہ تر استانیاں ہیں۔ موگا میں ایک نہایت عمدہ ٹریننگ سکول
ہے۔ جہاں تعلیم کے عملی پہلو پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے۔
کہ گورنمنٹ نے حال ہی میں ایک دیسی مسیحی بی بی کو وظیفہ دیکر انگلستان بھیجا ہے تاکہ
وہاں سے اصول تعلیم سیکھ کر آئیں۔ اسکے علاوہ آپ کا فخر بجا ہے۔ کہ آپ نے ایک
سنٹرل کوآپریٹو بنک بھی جاری کر رکھا ہے۔ جس سے آپ کی قوم کے زراعت پیشہ
لوگوں کو بہت تقویت پہنچتی ہے۔ اسی قسم کے کام ایک قوم کی ترقی اور عروج کا باعث
ہوتے ہیں۔ انہی سے قوم کی مالی حالت درست ہوتی ہے اور اخلاقی معیار وسیع ہوتے
ہیں۔ اسی قسم کی تجاویز اور کوششیں ہیں۔ جن سے ہمیں ایک صوبے کی بہتری کی
امید ہوتی ہے۔ جو قوم کہ اس راہ میں استواری سے ہمت کا قدم آگے بڑھاتی ہے
اسے اس بات کا ہرگز خوف نہیں کرنا چاہئے کہ اور قومیں اسے تسلیم نہ کریں گی چاہے
اس قوم کی تعداد کچھ ہی ہو۔ اور اس کی مالی حالت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔

میں خصوصاً اس بات کا ذکر نہایت صفائی سے کرنا چاہتا ہوں کہ میرے خیال
میں جو مشنری سوسائٹیاں اس ملک میں کام کر رہی ہیں انہیں اکثر یہ دیکھکر مایوسی ہوتی
کہ جس قدر جلدی وہ چاہتے ہیں یہاں کے لوگ عیسائی نہیں ہوتے تاہم میری رائے
میں وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک اور طریق سے ہندوستان کو بہت فائدہ
پہنچا رہے ہیں۔ سینکڑوں مرد اور عورتیں جو ہم میں ہیں بکمال خود انکاری اور خدمت گذاری کی زندگی
بسر کرتے ہیں۔ نہ فقط مذہب کی خاطر بلکہ تعلیم اور طبی امداد پہنچانے کی غرض سے ہو نہیں
سکتا کہ ان کی زندگیاں اس ملک کو بیحد فائدہ نہ پہنچائیں۔ میں نے بچشم خود پنجاب کے
اضلاع میں اس قسم کا کام بڑی خوش اسلوبی سے ہوتے دیکھا ہے میں ان لوگوں کے
ارادوں کی جو اس کام میں مشغول ہیں بہت وقعت کرتا ہوں اور ان کی ثابت قدمی اور
ہمت کی داد دیتا ہوں۔ جس کے باعث وہ مشکل اور دل توڑنے والی حالتوں میں
بھی ہارے بر جائے رہتے ہیں۔ میں اس وقت نہ کرتا ہوں نہ ایسے مجمع میں کر سکتا ہوں
کہ اس کام کی تعریف اور اندازہ کرنے کی کوشش کروں۔ جو انہوں نے اپنے مذہب کے
لئے کیا ہے۔ لیکن ناممکن ہے کہ انہی لوگوں میں رہ کر زندگی بسر کی جائے اور یورپین سرکاری
عہدہ دار کی حیثیت سے بسر کی جائے۔ اور اس بات کی طرف مطلق توجہ نہ کی جائے
کہ ان لوگوں میں سے اکثروں کو کیسی واقعی خود انکاری اور کسر نفسی کرنی پڑتی ہے۔
اس شخص کے لئے جس کو اس ملک کی بہبودی میں دلچسپی ہے یہ بھی ممکن نہیں کہ ان
لوگوں کی مستحق تعریف کرنے سے باز رہے۔ جن کی زندگیاں اپنے فرض سے وفاداری
کرنے کی مثال ہیں۔ اور جن کی موجودگی سے نہ فقط بے حد دماغی تعلیم حاصل ہوتی ہے
بلکہ جو اُن بے شمار لوگوں کی جسمانی تکالیف کو بھی کم کرتے ہیں جن کے درمیان وہ بود و
باش کرتے ہیں۔ میں مکرر آپ کے مبارکبادی دینے پر اپنی مشکوری کا اظہار کرتا ہوں
میں اپنی نسبت تو کہنے میں تامل کرتا ہوں۔ لیکن آپ نے اس گہری دلچسپی کی طرف اشارہ
کیا ہے۔ جو میری اہلیہ نے اس ملک کی عورتوں اور بچوں کی حفظان صحت اور خیر و عافیت
میں لیا ہے۔ اس بات کا جواب بڑے دعوے کے ساتھ دے سکتا ہوں۔ کیونکہ میری
اُن سے کوئی آج سے واقفیت نہیں۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کا
ساتھ دیں گی۔

یا مسیح ابن مریم عصمت پناہ

آسمان پر خدا کا جلال، زمین پر صلح، بنی آدم میں خوشنودی ہو ۔

نوٹ اور خبریں

۱۔ بڑا دن خوب ہے آیا مبارک ہو مبارک — خدا نے دن یہ دکھلایا مبارک ہو مبارک ہو
یہ چھوٹا دن بڑا دن ہو گیا عیسیٰ کے آنے سے — عجب رحمت ہے وہ لایا آہا ہا ہا ہو ہو ہو

۲۔ ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم — ز التفات بمہمان سرائے دہقانے
کلاہ گوشہ دہقان بہ آفتاب رسید — کہ سایہ بر سرش انگند چوں تو سلطانے

مارے خوشی کے قلم انگلیوں میں ناچتا ہے کہ لیڈی ہیلی وام اقبالہ نے ہمارے اخبار مسیحی کا خریدار بننا کیا مربی ہونا منظور فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کوپن (ضرورت) بھر کر ہمیں مشرف فرمایا ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ لیڈی صاحبہ کس قدر ہندوستانی شہری اور دیہاتی مسیحیوں میں دلچسپی لیتی ہیں۔ دلی میں بھی جناب کی یہی تعریف ہے۔ ہم مسیحیوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ایسے مہربان اور نیک دل گورنر بہادر اور لیڈی صاحبہ ہم پر نظر لطف و عنایت رکھتی ہیں۔ خدا دونوں کا اقبال تا قیامت سلامت رکھے۔ اردو اخبار کب کسی گورنر بہادر اور لیڈی صاحبہ نے خریدا ہے۔ سبحان اللہ۔

۳۔ ہمارے اخبار مسیحی کے خریداروں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے ہم ان اصحاب کے نہایت مشکور ہیں۔ جو خود بھی خریدار بن رہے ہیں۔ اور خریدار بھی بنا رہے ہیں۔ وہ اصحاب خصوصاً مستحق مشکوری ہیں۔ جو اپنے عطیے ارسال فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر مسیحی کی ترقی اسی طرح ہوتی رہی تو عنقریب یہ آل انڈیا رسالہ بن جائیگا۔ کم از کم سو خریداران کی ہمیں اور ضرورت ہے تاکہ پرچے کی مالی

حالت اچھی ہو جائے۔ اس سال ہم نے اسے چلایا ہے اور باوجود دقتوں کے چلایا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مسیحیان ہندوستان اس کو اپنا پرچہ سمجھکر اسکی اشاعت بڑھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔

۴۔ ۱۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس کے ممبران نے گورنر اور لیڈی ہیلی کو خیر مقدم کہنے کیلئے ایک نہایت بارونق اور شاندار جلسہ کیا۔ اور ایٹ ہوم دیا۔ گاؤں والوں کو خوب افراط سے عمدہ مٹھائیاں تقسیم کی گئیں اس قسم کا جلسہ آجتک مسیحیوں کیطرف سے کبھی نہیں ہوا۔ جملہ حاضرین نہایت متاثر ہوئے یہاں تک کہ ایک صاحب جو دیسی مسیحی نہیں پریزیڈنٹ کانفرنس کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کانفرنس کو دیسی مسیحیوں کے لئے دس ہزار روپیہ دینا چاہتا ہوں جو چاہیں کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسیحیوں کے لئے جو لاہور میں شہروں اور دیہاتوں سے آتے ہیں ٹھہرنے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں۔ اسلئے میں مسافر خانے کی تجویز پیش کرتا ہوں مگر آپ جس بات کے لئے مناسب خیال کریں اس روپے کو صرف کریں۔ انہوں نے ابھی اجازت نہیں دی ہے کہ آپکے نام نامی سے ہم اپنے ناظرین کو مطلع کریں۔ ہاں جب یہ تجویز تکمیل تک پہنچ جائیگی تو ہم اپنے مہربان سے اجازت لیکر سب کو انکے اسم گرامی سے آگاہ کریں گے۔ پریزیڈنٹ کانفرنس جملہ مسیحیاں سے استدعا کرتے ہیں کہ اپنی اپنی رائے سے مستفید فرماویں۔ کہ اس رقم کو ان کی لائق رائے میں سب سے بہتر کس طرح خرچ کیا جائے۔ فی الحال مسافران اور متلاشیاں کیلئے آرام کا مکان بنانے کی تجویز ہے اگر کوئی اس سے بہتر تجویز ہو جس میں دس ہزار سے زیادہ کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہمارے محسن اور زیادہ دینے کو تیار ہیں۔

۵۔ مسٹر حاکم الدین ہیڈ ماسٹر یو۔ پی مشن سکول سیالکوٹ کے ہاں پچھلے ہفتے ایک لڑکا پیدا ہوا مبارک ہو۔

۶۔ مسیحی کے کرسمس نمبر میں جناب پادری احمد شاہ صاحب شائق کا مضمون "مسیح اور کارکن" اور ایک غزل درج ہے۔ ہم خاص طور پر اپنے ناظرین کی توجہ ان کی طرف دلاتے ہیں۔ پادری احمد شاہ صاحب بڑے دقیقہ رس کہنہ مشق اہل قلم ہیں۔ اور زبان اردو کے مانے ہوئے ماہر۔ پادری جوالا داس واعظ لعل صاحب مرحوم کے بعد آپ ہی کا دم ہم غنیمت سمجھتے ہیں۔

۷۔ مسٹر ڈیویز صاحب کی شادی جو پنجاب سول سکریٹریٹ میں کام کرتے ہیں ہفتہ عشرہ گذرا۔ لاہور میں مس جلال الدین سے ہوئی ہے۔ خدا برکت دے اور ہر دو جوانان

سے مسیح کا جلال ظاہر کرائے۔ مسیحی کی طرف سے مبارکباد پروفیسر سموئیل لال صاحب جن
کی کوششوں سے بہت لوگ دینِ عیسوی پر مشرف ہوئے اور ہو رہے ہیں اور جو تلاشیانِ
دینِ مسیحی پر دستِ شفقت و حمایت رکھتے ہیں۔ خاص تہنیت کے مستحق ہیں۔ یہ شادی خانہ آبادی
بھی آپ ہی کی سعیٔ حسنہ کا نتیجہ ہے۔

۸۔ در روزگار رہا نہ تواند سمند ریافت — خود روزگار آنچہ ازیں روزگار یافت
ہر کار تیز گردِ فلک درمیاں مبیں — حق داد دادِ حق کہ بمرکز قرار یافت

خوشا نصیبِ پنجاب کہ گورنر بہادر اور لیڈی ہیلی جیسے شریف محسن ہمیں حضرت پروردگار نے عنایات
فرمائے ہیں۔ لیڈی صاحبہ شریف اور شریف پرور ہیں آپ جو بندہ نوازی ہم مسیحیوں پر فرماتی ہیں وہ صفحۂ
دل پر سونے کے حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ کرسمس کانفرنس کے خیر مقدم کے جلسے کے اگلے دن اتوار کو
لیڈی ہیلی صاحبہ بنفسِ نفیس مسز پی۔ این دت صاحبہ کے مکان پر تشریف لائیں اور فرمایا کہ میں چاہتی
ہوں کہ آپ ۲۰-۲۵ مسیحی نمایندوں کے ساتھ جو بیرونجات کے شہروں اور دیہات سے آئے ہیں۔ چائے
پینے کے لئے آج شام کو چار بجے گورنمنٹ ہاؤس میں تشریف لائیں۔ لاہور کے مسیحیوں کو میں بعد میں
بلاؤنگی۔ افسوس کہ فقط ۱۲ اصحاب جا سکے کیونکہ بہت سے جلسے کے روز شام کو یا اتوار کی صبح کو چلے گئے
تھے۔ جو صاحب جا سکے ان میں سے چند کے نام نامی حسبِ ذیل ہیں۔ مسٹر اور مسز پی۔ این۔ دت +
مسٹر اور مسز۔ ایم۔ ایل رلیا رام۔ از گورداسپور۔ مسٹر اور مسز ایل۔ این مترا از کپورتھلہ۔ مسٹر جے سی
گھوش از الہ آباد وغیرہ۔ غرض خوب مہمانیوں کے ٹھاٹھ ہوئے۔ لیڈی صاحبہ بڑے تپاک سے ملیں
اور جلسے کی نسبت بہت اظہارِ خوشنودی فرمایا۔

گورنر صاحب نے اثنائے گفتگو میں ایک صاحب سے فرمایا کہ میں اپنے افسران سے رپورٹ پا کر
خوش ہوا ہوں کہ مسیحی کارکنان بہت اچھی طرح کام کرتے ہیں۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں اوروں
سے بہتر ہیں۔ جب گورنر بہادر کی ایسی عمدہ رائے ہو تو کیسی خوش نصیبی اور فخر کی بات ہے۔ خدا ہماری قوم
کی عزت اور زیادہ کرے آمین

۹۔ ایک ہفتہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۴ء کو فورمن کرسچن کالج میں بوقت چار بجے شام یونین سروس بڑے
زور شور سے ہوئی۔ ہر فرقے کے مسیحی بڑے شوق سے شامل ہوئے عبادت کئی اصحاب نے ملکر کرائی
کسی نے ورد پڑھا کسی نے وعظ کیا کسی نے دعا کرائی۔ غرضیکہ فرقہ بندی کی قل ہو اللہ پڑھی گئی۔
مسٹر ہنری گولک ناتھ ماڈریٹر جنرل اسمبلی اور مسٹر این ایم ہونز وکیل کپورتھلہ نے بڑے پر جوش وعظ فرمائے

پادری تلو چند صاحب کی تقریر نہایت دلچسپ، پُر اثر اور نتیجہ خیز تھی۔ سامعین بہت محظوظ ہوئے آپنے کافی دیر تک تقریر کی گر افسوس آپ کو اپنے خیالات کا اظہار پورے طور پر کرنے کا وقت مل سکا۔ امید ہے کہ وہ کسی اور وقت ضرور افادہ فرمائیں گے۔ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ ہر چند یہ عبادت دو گھنٹے رہی پھر بھی کسی کا دل نہ گھبرایا۔ یہی دل چاہتا تھا کہ سنتے ہی جائیں۔ عبادت کا مضمون مسیحیوں کا اتفاق تھا۔ چندہ کافی جمع ہوا جو طغیانی زدگان کی امداد کیلئے بھیجا گیا۔

۱۰۔ لاہور کے مسیحی خصوصاً اور پنجاب کے مسیحی عموماً سنکر بہت خوش ہونگے کہ جناب مسٹر مانیگو بٹلر صاحب سابق ڈپٹی کمشنر و پریزیڈنٹ لیجسلیٹو کونسل پنجاب سی پی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ آپ بڑے اعلیٰ خاندان سے ہیں۔ آپکے دادا مرحوم کو کون نہیں جانتا بشپ بٹلر صاحب مصنف انالوجی آف ریلیجن اپنے زمانے کے مانے ہوئے فلسفی اور عالم علم الٰہی تھے۔ گورنر موصوف کے سب برادران بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر سرفراز ہیں۔ آپ ابھی نوجوان ہی ہیں مگر دل کے ایسے شریف کہ پریزیڈنٹ انڈین کرسچن کانفرنس پنجاب نے آپکو مسیحیان پنجاب کی طرف سے آپکے عہدہ گورنری سی پی پر ممتاز ہونے پر ایک تار بھیجا جس کا نہایت عمدہ جواب صاحب موصوف نے دیا ہے امید کہ ہمارے لوگوں کو ان کی ذات سے بہت بہت فائدے پہنچیں گے۔

۱۱۔ ہمارے ناظرین کو یہ مژدہ سنکر بڑی خوشی ہوگی کہ کنور دلیپ سنگھ صاحب بیرسٹر ہائیکورٹ پنجاب کے مستقل طور پر گورنمنٹ ایڈووکیٹ مقرر ہوئے ہیں۔ کنور صاحب کی لیاقت و ذہانت کا سکہ تمام لوگوں اور حکام پر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ پہلے مسیحی ہیں جو صیغہ وکالت میں ایسے بڑے عہدے پر سرفراز ہوتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ چند سال ہی میں آپ ہائی کورٹ کے جج ہو جائیں گے۔ یہ بات تمام قوم کیلئے فخر کا باعث ہے کہ ہمارے آدمی اپنی قابلیت اور خوش رفتاری کے بل پر ترقی کر رہے ہیں جو ہماری قوم کی سب سے بڑی دولت ہے۔ ہم آپکے تمام خاندان کو اور بالخصوص راجہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔

رپورٹ بابت زمین بقایا ضلع منٹگمری

۵ نومبر کو کرسچن کانفرنس کا اجلاس واقع ایم سی۔ اے ہال لاہور میں منعقد ہوا اسمیں بہت سی باتیں زمین کی خریداری وغیرہ کی شرطوں کے متعلق پیش ہوئیں آخر یہ بات اجلاس میں کثرت رائے سے منظور ہوئی کہ سب سے پہلے زمین کے دیکھنے کے لئے تجربہ کار اشخاص کی ایک کمیٹی چنی جاوے جو کہ دیکھے کہ آیا بقایا زمین ضلع منٹگمری کی کاشتکاری کے قابل ہے یا نہیں کیونکہ سنا جاتا ہے کہ بارہ زمین کم

دعوے کی ہے۔ اسلئے آگے کئی ایک لوگوں نے جو ضلع منٹگمری میں گئے تھے سخت نقصان اٹھایا ہے اور مجبور
گھر کی سب جائداد وغیرہ تباہ کر کے خستہ حالت میں واپس آتے ہیں۔ اس لئے سوچ بچار کر مسٹر
جے دائی ایل صاحب سکنہ گجرات اور بی ایم پال صاحب لاہور و پادری نواب الدین صاحب
سکنہ مرالیوالہ ضلع گوجرانوالہ و متوالا چک سوہل و سوہن لال سکنہ جھاز ضلع شیخوپورہ کی کمیٹی زمین
دیکھنے کے لئے مقرر کی گئی اس کمیٹی کے چیرمین مسٹر جے دائی ایل صاحب مقرر کئے گئے مقرر
شدہ کمیٹی نے بندہ کو یعنی پادری نواب الدین سکنہ مرالیوالہ ضلع گوجرانوالہ کے ساتھ متوالا و
سوہن لال صاحب کو بقایا زمین ضلع منٹگمری کے چکوں کو دیکھنے کے لئے مقرر کیا اور اسی وقت
بدھوار ہفتہ 29 تاریخ مقرر کی گئی۔ مقرر شدہ کمیٹی کی کام کے بموجب پنجر اپنے گھروں سے بستر وغیرہ لیکر
لاہور مسٹر کے ایل رلیا رام صاحب کے دولتخانہ پر اکٹھے ہوئے۔ لاہور میں بروقت تاریخ مقررہ شدہ
کمیٹی کے علاوہ ۱۷-۱۶-۱ اشخاص کئی ایک ضلعوں سے مسٹر کے ایل رلیا رام کی کوٹھی لاہور پہنچے
ہوئے تھے اس جگہ بندہ نے اور مسٹر کے ایل رلیا رام صاحب نے لوگوں کو بہت سمجھایا کہ اتنے لوگوں کا
کمیٹی کے ساتھ جانا فائدہ مند نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ تم اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ
اور اتنا روپیہ فضول خرچی میں ضائع نہ کرو۔ کمیٹی صرف دیکھنے کے لئے جا رہی ہے واپس آکر رپورٹ دیدیگی
تم کو بھی معلوم ہو جاوے گا۔ مگر لوگوں نے ایک نہ سنی اور نہ کچھ ہمارے سمجھانے کا اثر ہوا۔ لاہور
سے روانہ ہوتے وقت مسٹر کے ایل رلیا رام صاحب نے دو چٹھیاں دیتی ای۔ اے۔ سی ڈپٹی
فیل بوس صاحب و ہیڈ کلرک مسٹر بنرجی صاحب ضلع منٹگمری واسطے امداد زمین عطا کیں۔ ۲۹ نومبر
کو کمیٹی ہمراہ بیس اشخاص جو کہ چند ایک ضلعوں سے آئے ہوئے تھے زمین کے دیکھنے کے لئے اسی
شب کی گاڑی میں ضلع منٹگمری کو لاہور سے روانہ ہوئے ۳۰ نومبر کو صبح ضلع منٹگمری پہنچے۔ اور مسٹر
ڈیوڈ صوبیدار کی رہبری سے ہم ڈپٹی صاحب اور ہیڈ کلرک صاحب کے دولت خانہ پر پہنچے
اور وہ بڑے اعلیٰ اخلاق سے ہمارے ساتھ پیش آئے اور ان کی امداد سے بقایا زمین کے چکوں
کی فہرست اور سٹیشن وغیرہ معلوم ہوگئے۔ جس سے ہمیں زمین دیکھنے کی بہت آسانی ہوگئی ۳۰ نومبر
کو منٹگمری سے دس اشخاص یعنی سنتا مرد وغیرہ سکنہ چک سوہل کو ضلع شیخوپورہ کو خانیوال
جہانیاں منڈی و لہ جنگل کے اسٹیشنوں کی طرف بقایا چکوں کے دیکھنے کے لئے روانہ کر
دیا اور باقی دس آدمی بندہ یعنی پادری نواب دین کے ہمراہ ضلع منٹگمری کے چکوں کے دیکھنے
کے لئے روانہ ہو گئے۔ حسب ذیل رپورٹ تفصیل وار درج کی جاتی ہے۔

۱۴

ضلع منٹگمری

نمبر	چک نمبر	نام راجباہ	تعداد افراد	نام اسٹیشن	کیفیت
۱	۴۰	۴ ایل	۳۳۸	یوسف والا	
۲	۱۲۴	۹ ″	۲۷۵	″	
۳	۱۳۳	۶ ″	۵۲۳	منٹگمری	
۴	۷	۱۱ ″	۴۳۸	دار جہتیانہ	
۵	۸	۱۱ ″	۵۲۱	″ ″	
۶	۱۶۴	۹ ″	۳۵۷	چیچاوطنی	
۷	۱۶۵	″ ″	۳۰۲	″ ″	
۸	۱۶۷	″ ″	۶۱۷	″ ″	
۹	۱۷۱	۹ ″	۲۲۸	″ ″	
۱۰	۱۰	۱۱ ″	۴۳۹	داد جہتیانہ	
۱۱	۱۲	″ ″	۲۴۵	″ ″	
۱۲	۱۴	″ ″	۳۸۵	″ ″	
۱۳	۲۲	″ ″	۳۱۸	″ ″	
۱۴	۲۹	″ ″	۸۶۱	چیچاوطنی	
۱۵	۳۰	″ ″	۵۹۴	″ ″	
۱۶	۳۱	″ ″	۳۸۸	″ ″	
۱۷	۳۲	″ ″	۳۶۶	″ ″	
۱۸	۵۲	۱۳ ″	۲۷۶	″ ″	
(۱۹/۲۰)	۶۳ و ۶۴	″ ″	۳۲۲	کسو وال	
۲۱	۵۷	″ ″	۴۸۰	″	
۲۲	۸۴	″ ″	۴۵۰	اقبال نگر	
۲۳	۴۰	″ ″	۲۷۱	″ ″	

نمبر	چک نمبر	نام راجباہ	تعداد ایکڑ	نام اسٹیشن	کیفیت
۲۴	۹۱	۱۲-ایل	۲۷۳	اقبال نگر	
۲۵	۹۲	" "	۲۸۶	" "	
۲۶	۹۳	" "	۱۶۵	" "	
۲۷	۱۰۱	" "	۹۲۰	کسووال	
۲۸	۱۱۷		۲۵۳	" "	
۲۹	۱۲۰		۲۹۱	" "	
۳۰	۷۶	۱۵-ایل	۲۹۹	کچا کھوہ	
۳۱	۴۰	" "	۷۴۵	" "	
۳۲	۷۸	" "	۲۸۷	" "	
۳۳	۸۱	" "	۵۳۷	" "	
۳۴	۱۸	سون آر	۲۲۰	" "	
۳۵	۱۲۵	۱۵-ایل	۳۶۵	میاں چنو	
۳۶	۶۲	۱۰-آر	۵۰۰	خانیوال	
۳۷	۹۶	" "	۱۲۵۹	"	
۳۸	۹۷	" "	۳۸۸	"	
۳۹	۹۸	" "	۴۹۳	مڑھیالہ جنگل	
۴۰	۱۵۳	۱۰-آر	۲۵۶	جہانی رن	
۴۱	۱۵۴	" "	۳۰۴	" "	
۴۲ / ۴۳	۱۷۳ / ۱۷۴	" "	۵۱۴ / ۵۹۰	ٹھیالیہ / جہانی رن وغیرہ	

نتیجہ

چکوں کا ملاحظہ کیا گیا۔ بندہ کے ہمراہ جو آدمی کئے گئے تھے ان میں سے بعض

آئی بوجہ سفر و تھکاوٹ کے جلدی واپس اپنے اپنے گھروں کو متوالا وغیرہ چلے آئے۔ لیکن اس سفر میں اخیر تک مناب سکنہ بھیلا و سوہن لال و منہا سکنہ نانک کوٹ ضلع گوجرانوالہ و گہر سکنہ چیلے کے ضلع سیالکوٹ نے پورا پورا ساتھ دیا۔ اور اس سفر میں پا پیادہ وہ کسی دن بیس بیس میل روزانہ کرتے تھے۔ اور رات کو تھکاوٹ سے گہری نیند میں سوجاتے تھے۔ لیکن چک ۵۳ و ۱۳۳ و چک ۳۰ کے عیسائیوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی ہم اُن کے تہ دل سے مشکور ہیں۔

یہ زمین مذکورہ بالا چکوں کی سب کی سب تیسرے درجہ کی ہے یعنی باڑا اور ناقص زمین ہے۔ لیکن ان میں سے کچھ نہ کچھ چک نمبر ۴۰-۳-۲۰-۷-۱۰-۱۲-۱۴-۲۲ کا نصف شمالی حصہ ۳۰-۳۱-۱۶۵-۱۷۱-۸۴-۸۷-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۱۰۱-۱۱۶-۱۲۰-۱۲۸ کی زمین سخت محنت کرنے اور روپیہ خرچ کرنے سے دو تین سال میں بن سکتی ہے۔ جس پر مسیحی لوگ آباد ہو کر محنت کرنے والے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے بعد ازاں روزی کما سکتے ہیں۔ لیکن ان چکوں کے علاوہ جو کہ فہرست میں آپکے پیش یہاں دی جاوے تو میری اپنی رائے یہ ہے کہ اس مقام پر عیسائیوں کو آباد کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ سراسر بربادی اور نقصان ہوگا +

احقر قوم کا خیر خواہ پادری نواب الدین سکنہ سرالیوالہ
ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ

تنبیہ

ہمیں خبر ملی ہے کہ بعض لوگ مشن کے کارندے بابو وغیرہ پنجاب کرسچن کانفرنس کے نام سے لوگوں کو دھوکا دیکر زمین کے لئے روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ دیہاتی مسیحیوں کو خصوصاً اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ کانفرنس کو زمین کے لئے کسی قسم کے روپے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ کوئی صاحب دھوکے میں آکر روپیہ نہ دے بیٹھیں۔ جو صاحب اس طرح کی غلطی کرتے ہیں وہ خود اسکے ذمہ وار ہیں۔ کانفرنس کا کوئی دوش نہیں۔ ہم مشکور ہونگے اگر جو شخص ایسی کارروائی کرتا ہے اسکے نام اور پتے سے ہمیں فوراً اطلاع دیجائے تاکہ ہم اس شخص کے خلاف کارروائی کر سکیں +

المشتہر۔ کے۔ ایل رلیا رام۔ پریزیڈنٹ
پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس لاہور

عید میلاد

غزل تال جھنجوٹی

نذرانہ بہ بارگاہ مسیحی از طرف مسٹر ایڈون جیکب صاحب عاجز
والد بزرگوار آئیون جیکب ایڈیٹر مسیحی

فلک پر آج گاتے ہیں فرشتے ثنائے رب سُناتے ہیں فرشتے
ہُوا مریم سے ہے پیدا مسیحا یہ مژدہ آج لاتے ہیں فرشتے
گنہگاروں کو یہ پیغام دیکر عجب رغبت دلاتے ہیں فرشتے
عجب تکریم سے اُس آستاں پر سرِ عجز آ جُھکاتے ہیں فرشتے
پھر اسکے پائے نازک کو اُٹھاکر وہ آنکھوں سے لگاتے ہیں فرشتے
سُنا کر مجھ کو مژدہ اُس صنم کا مری اُلفت بڑھاتے ہیں فرشتے
تو حاضر ہو جہاں اُس شمع رُو پر پۓ پروانہ گھر آتے ہیں فرشتے
جو ہے مختارِ سرکارِ خداوند تجھے اُس تک بلاتے ہیں فرشتے
ہے یاور عاجزا تیرا نصیبا فلک سے کہتے آتے ہیں فرشتے

از جناب جے جانسن صاحب انجہار فیروزپوری وارد حال تحصیلدار اعجیل سنسیری بریلی تمیذ حضرت ثاقب میرٹھی

دیکھنا کس جوش پر ابرِ کرم آیا ہے آج بارشِ رحمت ہے سر پر رُوح کا سایہ ہے آج
سُنتے ہی مژدہ یہ بلبل سے ہُوا دل باغ باغ باغِ عالم کا عزیزو باغباں آیا ہے آج
نسلِ آدم کے گناہوں کو مٹانے کیلئے جامۂ انسان میں خالق کا پسر آیا ہے آج
اے زمیں والو تمہارے واسطے ابن خدا عرش کرسی چھوڑ کر اس فرش پر آیا ہے آج
جسکی آمد کے جہاں میں انبیا تھے منتظر وہ ہی نورِ حق وہی ابنِ خدا آیا ہے آج
بحرِ عصیاں سے بچانیکو تمہیں اے عاصیو کشتیِ راحت کو لیکر ناخدا آیا ہے آج
تم چلو ہیکل میں عبادت کیلئے کیا مُبارک دن مبارک سال پھر آیا ہے آج

تمجید آسمان پہ زمین پر سلامتی
خلقِ خدا میں میل کی ہووے پکار آج

مسیح اور کارکن

ہدیہ جناب پادری احمد شاہ صاحب شائق از کانپور

ابتدائے آفرینش میں آدم مع اپنی ہمدم اور ہم ذات حوّا کے خدا کی محبت میں مگن تھے مگر ابو الشر یعنی حضرت شیطان کو یہ ناگوار گذرا اور سانپ کی شکل میں نمودار ہو کر نازک پیدائش حوّا کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر خدا کی حضوری سے نکلوا کر ہی رہا۔

جب خداوند خدا نے ان راندۂ درگاہ کو اپنی حضوری سے ہانکا تو یہ فتویٰ سُنا دیا تھا کہ آدم اپنے ماتھے کے پسینہ سے اپنی ضروریات حاصل کریگا۔ عورت دردِزہ سے بچے جنے گی اور سانپ ساری عمر مٹی چاٹے گا۔ اس وقت ہم صرف اس پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ کہاں تک خدا کا فتویٰ آدم پر مُوثر ہُوا۔ اگر تاریخ عالم پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے اس فتوے کے اثر نے میاں ابو الشر کی تحریک پر حاکم محکوم اور خادم مخدوم کے عقاید پیدا کر دئے۔ اگر آدم اور اُنکی ذُریت پھر بھی آدم کے فتویٰ کے مطابق اپنی اپنی محنت مزدوری ہی سے اپنے لئے روزی کمانے پر قناعت کرتی تو زیادہ مشکلات میں نہ پھنستی۔ مگر میاں ابو الشر کب نچلے بیٹھنے والے تھے اُنھوں نے انسان کے دل میں بجائے قناعت کے حرص کا عنصر بھی بھر دیا۔ انسان کو واجب تھا کہ کل کی فکر نہ کرتا۔ آج کا دُکھ آج ہی کے لئے بس خیال کرتا۔ مگر انہیں حرص دامنگیر ہُوئی۔ اب نہ صرف کل کی بلکہ برسوں کی فکر ہونے لگی اور نہ صرف اپنی بلکہ آئندہ پُشتوں کی۔ نہ صرف منقولہ بلکہ غیر منقولہ جائدادیں پیدا کرنیکے درپے ہُوا۔ نقد زر کے لئے تجارت جاری کی۔ ملکیت حاصل کرنیکے لئے طرح طرح کے اصول ایجاد کئے۔ جو کچھ قوت بازو سے پیدا کیا۔ اُسی پر قناعت نہ کی۔ بلکہ اب دوسروں کے مال پر نگاہ دَوڑانے لگا۔ اب سوچ میں پڑا کہ کیونکر دوسرے کی دولت میری ہو جائے یا کم سے کم میں دوسروں کی نسبت زیادہ حاصل کروں۔ تجارتی سلسلوں میں اُسکو بڑے بڑے کارخانے

کھولنے پڑے۔ جس میں دوسرے لوگوں کی مدد لینا پڑی۔ اور سوچ میں پڑ گیا کہ جنہوں نے سخت محنت سے میرے لئے دولت پیدا کی ہے۔ اُنکو صرف اسی قدر ملنا چاہیئے جس سے وہ ہمیشہ میرے محتاج رہیں۔ تا کہ میرے کارخانے میں کارکنوں کی کمی نہ ہو۔ اِس طرح ایک چھوٹی جماعت بہت بڑی جماعت پر قابو جما کر اُنکی دنیا برباد کر دینے کے درپے ہو گئی۔

اپنے کارخانوں میں دوسرے ہمخیال لوگوں کو بھی شریک کر لیا۔ اس طرح سے سرمایہ داروں کی ایک جماعت بن کر غریب کارکنوں کے لوٹنے کے اصول قائم کر کے سب کے سب عیش و عشرت میں بدمست ہو کر صرف سالانہ جلسہ میں اپنا اپنا منافع لینے کو تیار رہنے لگے۔ اور اگر سال کے دوران میں معلوم ہُوا کہ کام کثرت سے ہے اور کارکن کم۔ تو بیچارے کارکنوں کو ایک اور جال میں پھنسایا کہ تھوڑے وقت رات کو بھی کام کیا کرو اور اُسکے عوض تمکو چند پیسے اور ملجائینگے۔ اُنکی تندرستی کو یوں زائد نقصان پہنچایا۔ اور یہ بیچارے کارکن چند پیسوں کے لالچ میں انکے دام تزویر میں پھنس گئے۔ دوسری چال یہ کی کہ بجائے آدھ گھنٹے کے دس گھنٹے کام لیا۔ کبھی کبھی گھڑی کو حسب ضرورت آگے یا پیچھے کر دیا۔

اسی سلسلہ میں گھر کے ملازمین بھی آ گئے۔ آقا صاحب اپنے آرام سے بیٹھے ہیں ملازم آواز کا منتظر ہے۔ کہ کب پُکار ہو۔ اور میں جواب دوں۔ "آیا حضور" اور حضور کو ذرا بھی خیال نہیں کہ وہ بھی میری ہی طرح انسان ہے۔ اُسکو بھی آرام کی ضرورت ہے۔ "حضور" تو چار پانچسو روپیہ کی تنخواہ گھر میں لائیں۔ جو صرف دو چار اشخاص کے لئے بھی کافی نہیں سمجھی جاتی۔ مگر ملازم کو "حضور" بڑی دریا دلی سے دس یا پندرہ روپیہ ماہوار دیکر خیال کرتے ہیں کہ اُنکے خاندان بھر کو کافی سے زیادہ ہے۔

یہ سب میاں ابو الشر کے رکانے اور ہتھکنڈے ہیں جس طرح ہمارے مورث اعلیٰ آدم کو حوا کے ذریعے قابو میں لایا تھا۔ ویسا ہی آجتک ہمکو دُنیا کی شان و شوکت دکھا کر اپنے زیر کئے ہُوئے ہے۔ ہمکو یاد ہے کہ خداوند مسیح کی آزمائش میں اُس نے پہلے جسم کی کمزوری پر حملہ کیا۔ کہ "تو بھوکا ہے پتھر سے کہو کہ روٹی بن جائے"۔ پھر جسم کی طاقت پر حملہ کیا۔ "اس اونچے مقام سے اپنے تئیں نیچے کو گرائے" اور آخر کار نفس پر قبضہ کرنا

چاہا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھکو سجدہ کر تو دُنیا کی ساری شان و شوکت تجھکو دونگا۔ یہ میری ہے جسکو چاہوں بخشوں" مگر میاں ابوالشر نے اُس قدوس کے ہاتھوں وہ زک اُٹھائی کہ آجتک پریشان ہے۔

مگر ہاں اُسکو اگر کوئی عارضی فتح حاصل ہے۔ تو ہم بندوں پر۔ ہمارے سامنے اُس نے طرح طرح سے جال پھیلایا ہے۔ کسی کو زمین کی چاٹ۔ کسی کو نقد اشرفیوں کی کسی کو نیشن کی۔ کسی کو حُسن کی۔ کسی کو بغض و حسد کی۔ لوٹ کھسوٹ کی۔ کسی کو سود بیاج کی مگر ایک چاٹ سب کو دے رکھی ہے۔ وہ یہ کہ اپنے آپکو دوسرے سے افضل خیال کرو۔ اور اسی تحریک میں خادم مخدوم۔ حاکم محکوم۔ سرمایہ دار اور مزدور یا کارکن کی تعلیم چھپی ہوئی ہے۔ میاں ابوالشر خود تو شیرہ اُنگلی سے دیوار پر لگا کر دور الگ کھڑے ہوئے تماشہ دیکھا کرتے ہیں اور ہم اُسکے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح تار کو حرکت دینے سے ناچتے ہیں۔ ہم اپنے کو آقا اور دوسرے کو غلام تصور کر کے میاں ابوالشر کے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔

دُنیا کے جس حصے میں جاؤ۔ میاں ابوالشر کے یہ کرشمے نظر آئینگے۔ یورپ کی مسیحی قوموں پر تو اُس نے خوب ہی قبضہ اور دخل کیا ہُوا ہے۔ اونچے طبقہ کے لوگوں پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔ لوگوں کو بھلا دیا ہے کہ "بنی آدم اعضائے یکدیگر اند" بلکہ یہانتک سمجھا دیا ہے۔ کہ صرف سفید چمڑے والے ہی انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ دوسرے رنگ والے چمڑے محض اس لئے ہیں کہ اُنکو خوب پیسو اور جس طرح چاہو اپنے فائدہ کے لئے کام میں لاؤ۔ ہندوستان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ یہاں تو اور بھی اندھیر ہو رہا ہے۔ ذرا ایک کاشتکار کی زندگی کی تصویر ملاحظہ فرمائیں۔ مسیح چرن ایک کاشتکار ہے۔ جسکے چار بچے ہیں۔ جنکی عمر بتدریج ۷ - ۹ - ۱۱ و ۱۳ سال ہے۔ بیوی کام میں میاں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ بلکہ شریکِ غالب ہے۔ یہ بیچاری گھر کا سارا کام کرتی۔ اور جو وقت بچتا ہے اُسکو کھیت کے کام میں لگاتی ہے۔ بچے بھی اپنی بساط کے مطابق کاشتکاری کے کام میں مدد دیتے ہیں۔ اب مسیح چرن صبح سے شام تک کھیت ہی کے کام میں لگا رہتا ہے۔ گرمی ہو یا برسات۔ جاڑا ہو یا موسم بہار بچوں کو بھی کام ہی میں لگائے رہتا ہے۔ جب دھان لگاتا ہے تو کمر تک دلدل

میں کھڑے ہوکر لگاتا ہے۔ اوپر سے دھوپ نیچے سے زہریلے ابخرات جسم میں جذب کرتا ہے۔ رات دن رکھوالی کرتا ہے۔ جب دھان یا کوئی دوسری فصل خیریت سے تیار ہوکر گھر میں آتی ہے تو اُس سخت محنت کا ثمرہ کیا ملا۔ ۱۲ بیگہ زمین کے تمام اخراجات دیکر اُسکے پلے کوئی بیس یا پچیس روپے پڑے۔ گھر بھر نے محنت کی مگر دو مہینے کے کھانیکو نہ بچا۔ کچھ قرضہ میں چلا گیا۔ کچھ دوا دارو میں خرچ ہوا۔ اب ذرا اُس کی زندگی پر نگاہ ڈالیں کہ یہ رہتا کس طرح ہے۔ کھاتا کیا ہے۔ پہنتا کیا ہے۔ اس کو تفریح یا آرام کے کون سے وسائل حاصل ہیں۔ کھانے کو اگر صبح ملے تو شام کو ندارد۔ پہننے کو وہی پھٹی ہوئی مرزئی۔ رہنے کو ایک ایسا جھونپڑا جس میں جھک کر جانے اور داخل ہونیکی عادت سے کمر میں بڑھاپے سے پہلے خم آ گیا۔ برسات میں باہر بارش دو گھنٹے ہو۔ تو اُسکے گھر میں چار پہر رہتی ہے۔ ساری چھت چھلنی ہو رہی ہے۔ تفریح کے سامان کا کیا کہنا۔ اُسکو تو کام ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ رات کو جانوروں کو چارہ بھوسہ دینے اور باندھنے کھولنے میں لگا رہنا پڑتا ہے کبھی کبھی ہل جوتتے ہوئے کو سرکاری ملازمین یا زمیندار کے نوکر بیگار میں پکڑ لیجاتے ہیں۔ بیوی کام کی کثرت سے وقت سے پہلے عجوزہ ہو گئی ہے۔ بچے آدھا پیٹ کھانے سے فاق ہو رہے ہیں۔ کسی کے تن پر ثابت کپڑا نہیں۔ مُنہ پر میل کی تہ چڑھی ہوئی ہے۔ گھر بھر کو شام کو سوتے وقت کام کی فکر صبح اُٹھ کر گھر میں برکت ہی برکت نظر آتی ہے۔ کسی ہمسایہ سے کچھ مانگ تانگ کر گذر کرنا تو ایک عام بات ہے۔ اور جب نہ ملا تو زبردستی کا روزہ رکھ لیا۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ مگر کھیت میں کام کرنا ضروری ہے۔ یہ بیچارے بھُوکے رہیں تو رہیں۔ مگر اپنے جانوروں کے لئے کہیں نہ کہیں سے چارہ ضرور لاتے ہیں۔ تاکہ وہ بیزبان بھوکے نہ رہیں ✦

اے کاش کہ اُنکے مالدار پڑوسی جو اُنکے ہمجنس ہیں۔ اُنکی تنگی کا خیال کرکے اپنی اندوختہ دولت سے اُنکی کچھ مدد کرتے۔ مگر نہیں۔ وہ تو بدمست ہو رہے ہیں۔ خداوند نے انہیں تباہ حال لوگوں کو مخاطب کرکے کہا ہے "اے سب تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے لوگو تم سب میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دونگا"

اب آپ اسکے مقابلہ میں ایک فربہ زمیندار فضل مسیح کو دیکھ لیجئے۔ اسکی زمینداری ہے۔ مسیح چرن جیسے سَو کاشتکار ہیں۔ اس کی سالانہ آمدنی ہزاروں تک ہے۔ بڑی شان و شوکت سے رہتاہے۔ ہر کاشتکار کی باری بندھی ہوئی ہے۔ کوئی جانوروں کے لئے گھاس لاتا ہے۔ کوئی جلانے کے لئے لکڑی۔ کوئی جانور چراتاہے۔ کوئی ہل جوتتا ہے۔ کوئی کھیتوں کی نگرانی کرتا ہے۔ کوئی فصل کاٹ کر کھلیان لگاتاہے اناج صاف ہوکر اسکے گھر خودبخود پہنچ جاتاہے۔ گاڑیبان مُفت کا ہے۔ میاں فضل مسیح اپنے دل میں لَلکارتے ہیں۔ اے جان خوش ہو۔ چین کر۔ کھا پی اور اسکے بعد جو کچھ بچیگا۔ اسکو میں اپنی کوٹھی میں جمع کردونگا۔ بیج بوتے وقت کاشتکاروں سے کئی گُن زیادہ لے لونگا۔ مگر خداوند اس سے کہتا ہے کہ آج ہی رات تیری جان تجھ سے لے لی جائیگی۔ یہ جو کچھ تو نے جمع کیاہے کسکا ہوگا؟"

ناظرین! یہ دونوں تصویریں ہمارے سامنے روز نمایاں ہوتی ہیں۔ مگر ہم کچھ ایسے الست ہیں کہ کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہم نے حاکم و محکوم خادم مخدوم کی تعلیم کے تاریک پہلو کو اپنے لئے دستور العمل بنایا۔ ہمارا خداوند خود خادم کی صورت اختیار کرکے دُنیا میں آیا اُس نے اسی پر زور دیا کہ خادم بنو نہ مخدوم۔ اگر حاکم کہلانا چاہتے ہو تو محکوم بنو۔ بار بار اُسکی تعلیم یہی تھی۔ خود کمر میں پٹکا باندھ کر اپنے شاگردوں کے جو اُسکو اُستاد و خداوند کہتے تھے۔ پاؤں دھوئے اور اُنکو بتلادیا کہ خدمت ہی خداپرستی کا گُر ہے۔ پس جس وقت یہ خدمت کا اصول اس خودغرض دُنیا میں جاری ہوگا۔ اُسی وقت خدا کی بادشاہت زمین پر قائم ہوگی ورنہ ہمارا یہ کہنا کہ "تیری بادشاہت آوے" ایک بے معنی بات ہے۔ کیا وہ لوگ جو دیہات میں غریب مسیحیوں کے خداوندانِ نعمت ہیں۔ اسکا خیال رکھینگے کہ مخدومیت خادم کی شکل میں تبدیل کرلیں۔ یہ مضمون بہت وسیع ہے چونکہ مسیحی کا یہ پرچہ خاص مضامین کے لئے وقف ہے۔ اس لئے ہم نے محض اشارتاً چند باتوں کا ذکر کردیا۔ بیچارے کارکن ہر صیغے میں مظلوم ہی ہیں۔ مگر خدا اُنکے آنسو اُنکی آنکھوں سے ضرور پُونچھیگا۔

اگرچہ میاں ابوالبشر اپنی کامیابی پر ضرور بغلیں بجاتے ہونگے کہ میں نے

خداہی کے بندوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرلئے ہیں۔ جو میرے آڑے آتے ہیں۔ جو بلاکسی معاوضہ کے اپنی جان کو برباد کر رہے ہیں اور دُنیا میں ہر قسم کے کارکنوں پر میری سلطنت کا رعب جما رہے ہیں مگر یاد رہے اُنکی کلیسا بہت جلد تمام ہو جائیگی اور ہمارے کارکُن جو اِس وقت ان ابوالشر کے کارندوں کے شکار ہو رہے ہیں۔ اُن سے ہم یہ کہا چاہتے ہیں۔ خوش ہو۔ خوشی کرو۔ کیونکہ تمہارا چھٹکارا نزدیک ہے اور ایک دوسرے کو ہمت دلا کر مخلصی کے داتا کی شان میں ہمزبان ہو کر حسب ذیل گاتے رہو۔

عیدِ تولید

نتیجۂ گوہر افشانیٔ جناب پادری احمد شاہ صاحب شائق ازکانپور

رباعی

جب سنتے تھے اب پیام تیرا دیکھا — پایا جو نشاں تو نام تیرا دیکھا
موجود تھا جو ابتدا میں تیرے ساتھ — ان آنکھوں سے وہ کلام تیرا دیکھا

نغمہ

خدائے قادرِ مطلق نے کیسا پیار کیا — گناہ گاروں پہ اکلوتے کو نثار کیا
سوا گناہ کے اور باقی کل صفت کے ساتھ — ہماری ذات و بدن اُس نے اختیار کیا
یہ رحم دیکھو کہ مریم کے رحم میں آ کے — عمانیوایل کا انسان کو رازدار کیا
خدا کی ذات کا نقش اور جلال کا پرتو — ہمارے دل پہ جمایا اور آشکار کیا
ہوا فرشتے وہ خادم ہیں آگ کے شعلے — خدا نے تخت دیا اسکو پائدار کیا
ہمیں یہ بخشش کہ نوزادگی کریں حاصل — جو ابنیت کا عطا ہمکو اختیار کیا
جلال اسکے تیرے اور روح کے ہمراہ — کہ تو نے اسکو تو اسنے ہے ہمکو پیار کیا

مسیح کا دُنیا میں آنیکا مقصد

حضرت عیسیٰ اس دُنیا میں روحانی راج قائم کرنے کے لئے آئے۔ دُنیا کے راج میں جسمانی۔ نفسانی اور حیوانی تحریکوں۔ حرکتوں اور جذبات کا غلبہ اور سکہ جاری تھا۔ اس میں مذہبی۔ قومی اور سیاسی آڑ میں بعض نے تو جبر اور تشدد اور جسمانی زور و طاقت کے عمل سے اپنی حکومت کے سکے کو جاری رکھا تھا۔ اور بعض نے مدتوں غلامی کی خاک چھان کر اور کورانہ تقلید کرکے غلامی ہی کے طوق کو اپنی زندگی کا جزو قرار دے لیا تھا۔ ایسی دنیا کے حاکمانِ وقت بھلا کب گوارا کر سکتے تھے کہ کوئی اُن کے نظم و نسق میں مخل ہو۔ اہل یہود تو اپنی زوال پذیر حکومت کے از سرِ نو بحال ہونیکا خواب دیکھ رہے تھے وہ بھی کب گوارا کر سکتے تھے کہ اُنکا رعب داب اور اُن کی عنانِ حکومت یا اُن کی صدارت اور عملداری کو کوئی ایسا تہ و بالا کرے کہ جس سے ان کے صدیوں کے غلام شدہ اور اچھوت بندے اپنا سر اُٹھائیں اور آزادی کا دم بھرنے لگیں اور ان کو کب یہ بھاتا تھا کہ اُنکے آبائی مذہب کا صدیوں کا عروج اور اُن کے چشمِ اُمید کی دل فروز روشنی تاریک ہوجائے اور کوئی اُٹھ کر ان کی جسمانی سلطنت کی ایسی ترجمانی کرے جس سے اُن کی سلطنت کی عمارت بالکل منہدم ہوجائے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ کا دُنیا میں آنا یہ معنی رکھتا ہے کہ انسانی غلط فہمیوں کا ازالہ کردے۔ اور ایسا راج قائم کرے کہ جس میں انسان کی قدر و منزلت ہو اور دُور افتادہ انسان بھی اس راج میں حصہ لے سکے اور وہ دوسرے کے دست نگر نہ ہو بلکہ خود راج کرنے کے قابل ہو۔ اس لئے اب ہم حضرت عیسیٰ کی سرگذشت اور اس کی کیفیت پر مختصراً غور کرینگے۔

حضرت عیسیٰ ایشیائی تھے۔ قوم کے لحاظ سے یہودی۔ وطن آپ کا یہودیہ پیدائش آپکی ایک گمنام شہر بیت اللحم میں واقع ہوئی۔ نسب کے لحاظ سے شاہی خاندان میں سے تھے اگرچہ اسکو زوال آچکا تھا۔ غریبی کا یہ عالم کہ پیدائش بھی گھر میں نہیں بلکہ غربت میں ایک سرائے کے اندر جہاں مسافروں کا اژدہام

تھا اور چارپائی تک بھی میسر نہیں ہوتی تھی چنانچہ وہ پیدا ہوتے ہی ایک چرنی میں رکھے گئے۔ تاہم اُن کی پیدائش کے وقت چند باتیں ایسی معرض ظہور میں آئیں جو کہ انگشت شہادت کی طرح یہ دکھاتی تھیں کہ ان کی زندگی ایک رُوحانی پہلو اختیار کئے بغیر نہ رہے گی جو اندیکھے اور بلاکیفیت کے اپنا جلوہ دکھائے گی اور جس کی مضبوط چٹان پر دُنیا کی تمام طاقتیں اپنا سر ٹکرا کر چکنا چُور ہو جائیں گی۔ یوم پیدائش کوئی شاہی نقارہ یا کوس و طبل نہیں بجے۔ نہ اس کی پیدائش کی خبر عام طور سے دُنیا میں مشتہر ہوئی۔ لیکن ہاں اس اَن دیکھی دُنیا میں جس کی یہ دُنیا بہ شکل علامت یا ایک سایہ ہے اس کی پیدائش کی خبر ہوئی تھی اور یہ اعلان کیا گیا کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند۔ اور پھر ایک دلکش راگ اور سُریلے آسمانی سازوں کے شادیانوں نے آسمان گونجا دیا۔ اور اس راگ کی آواز چرواہوں کے کانوں تک اس وقت جبکہ تمام دُنیا میں عالم خموشی کا عجیب سناٹا چھایا ہوا تھا پہنچی۔ اس راگ کا مضمون یہ تھا " عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح " ان کی پیدائش گویا خدا اور انسان میں صلح و میل کی صدا دیتی تھی۔ اور جب وہ بڑھتا گیا تب بھی اس کی شہرت کا ڈنکا دُنیا میں نہیں بجا لیکن " جو کان رکھتے ہوئے سُنتا اور آنکھ رکھتے ہوئے دیکھتا ہے " مجوسی جن میں تحقیق اور جستجو کی رُوح موجود تھی وہ نیچر کی کھلی کتاب میں اس کی کھوج لگاتے ہوئے اور اس کا چمکتا ستارا دیکھ کر اس کے آگے سرنگون ہونے کو آموجود ہوتے۔ اور ننھی مورت اور ننھے سے دلفریب مکھڑے کو جس کی لوح پر رُوحانی کرنیں تاباں تھیں اس کو اپنی ماں کی گود میں دیکھ کر اس کی قدر و منزلت کو پہچان گئے اور گر کر اُسے سجدہ کیا۔ اور اپنی جھولی کھول کر سونا۔ لوبان اور مُر اس کی نذر کیا۔ ان محققوں نے رُوحانیت کی قدر کی اور جو کچھ نذر کیا وہ اسی کے شایان سمجھا " دولت۔ عزت۔ جاہ و حشمت۔ دل و دماغ دُنیوی زور و طاقت اور کل استطاعت خدا نے ہم کو بطور امانت بخشی ہیں۔ تاکہ اُن سے دُوسروں کی خدمت کر کے ہم ذی رُوح کی قدر کرنا سیکھیں۔ وہ لڑکا جو کہ دُنیا میں گمنام ہو کر آیا۔ بڑھتا اور قوت پاتا اور حکمت سے معمور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اس پر تھا "

ہم پھر ان کو طفولیت کے ایام میں یروشلم میں بمصداق ہونہار برِوا کے چکنے چکنے پات ٹھہرا ہوئے دیکھتے ہیں۔ اُن کے والدین تو مذہبی فرائض ادا کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ مگر

عشق الٰہی ان کو یروشلم ہی میں قائم رکھتا ہے اور وہ اس وقت اپنی ماں کا گھر بھول جاتے ہیں۔ اور خدا کے مسکن کو اپنا مسکن سمجھنے لگتے ہیں۔ جب والدین ڈھونڈتے ہوئے اس کو پالیتے ہیں اور کڑھتے ہوئے فریاد کرتے ہیں تو ان کی زبان مبارک سے پہلے کلام میں یہ نکلتا ہے کہ "تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں رہنا ضرور ہے۔ یوں تو اُن کے والدین ان کو پہلے ہی یروشلم میں خدا کی نظر کر چکے تھے۔ مگر اب بچہ خود اپنے آپ کو اپنی رضامندی سے خدا کے آگے نذر کرتا ہے۔ تیس برس کی عمر تک وہ اپنے والدین کے تابع رہے اس عرصے میں اُن کا راستہ تیار کرنے والا ایک اور اُن کا ہمعصر یُوحنا اُٹھا۔ حضرت عیسےٰ تو تیس برس کی عمر تک اپنے والدین کی متابعت میں رہے۔ دُنیا کے مشاغل میں شریک رہے۔ جو سیکھنا تھا سیکھا اور اپنے دست مبارک سے کام کرتے رہے۔ لیکن اس اثنا میں یوحنا زاہد، تارک الدنیا ہو کر یردن کے بیابان میں دنیا سے الگ تھلگ رہ کر آبادی والوں کو اپنی طرف کھینچ لائے۔ مگر خود ان کے پاس نہیں آئے۔ وہ تو محض بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز تھے جس نے بہتیروں کو اپنی طرف بلایا اور جو آئے ان میں تمدنی اور اخلاقی اصلاح پیدا کی اور ان کو پانی سے بپتسمہ دیا تاکہ وہ مسیح کی آمد پر اپنے اپنے گھروں میں رُوحانی جنم حاصل کریں۔

انسان کی تبدیلی بتدریج ہوتی ہے۔ پہلے ضروری تھا کہ ظاہری خراب دستورات و رسومات دُور کی جائیں اور لوگ اپنی اصلاح کریں تاکہ وہ مسیح کی رُوحانی تعلیم کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ جب یُوحنا نے اپنا کام کما ینبغی پورا کر لیا تو حضرت عیسیٰ بھی اپنے پردۂ مستور سے نکل آئے اور سیدھے یُوحنا کی طرف آئے اور اس سے بپتسمہ لیا۔ یُوحنا تو تارک الدنیا تھا وہ دُنیا میں نہیں گھستا تھا۔ اور نہ دُنیوی کاروبار میں شریک ہوا۔ اس نے لوگوں کے دلوں میں خیالات کی تبدیلی۔ اصلاح اور اُمنگیں پیدا کر دی تھیں کہ وہ ایک آنے والی رُوحانی بادشاہت کی انتظاری کریں۔ اور اس نئی حالت کے ساتھ داخل ہوں جس میں نہ کوئی یہودی یا غیر قوم۔ رُومی۔ یونانی یا بربری نہ ملیچھ نہ کافر۔ مسیح خداوند جنہوں نے تیس برس متواتر دنیوی معاملات میں صرف کئے تھے اب عین عالم شباب میں یوحنا سے بپتسمہ لیتے ہیں اور اس عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بھی یُوحنا کی طرح دُنیا کو خیرباد کہتے ہیں مگر ایک نئے رنگ میں کہ وہ دُنیا میں داخل ہو کر دُنیا کے نہیں کہلائیں گے بلکہ اُن کا کھانا

جیسا خدا کی مرضی کو پورا کرنا ہوگا۔ وہ دُنیا میں خدمت اور ایثار اور قربانی اور محبت کی نئی روح پھونکیں گے۔ چنانچہ بپتسمہ لیتے ہیں۔ جب وہ پانی سے اوپر آئے تو رُوح القدس اُن پر نازل ہوئی اور آسمان سے یہ آواز آئی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں" حضرت عیسےٰ نے دُنیا میں اب وہ قدم رکھا جس میں صرف خدا کی رضا پوری ہو۔ لہذا اب وہ محض اہلِ یہود کا بندہ یا محض انسان بنی انسان نہ رہا بلکہ ابن آدم کا خطاب حاصل کیا تاکہ وہ کسی خاص قوم یا فرقے کا بندہ نہ سمجھا جائے بلکہ ابن آدم سمجھا جائے۔ یعنی وہ انسان کامل جو تمام بنی انسان کا کامل معیار ہے۔ لہذا بالائی رُوحانی قوت سے معمور ہوکر وہ اس بڑی مہم کی کٹھن منزل کو طے کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔ تاکہ شیطانی راج کا مقابلہ اور اس کا استیصال کرے اور اس کے عوض میں رُوحانی راج قائم کرے۔ چنانچہ اس مہم کے لئے اُنہوں نے تیاری کی۔ دُنیا سے الگ ہوکر بیابان میں رہے اور چالیس رات و دن دُعا و روزے اور خدا کی مقاربت میں کاٹے۔ اب جب بھوکے ہوئے اور دُنیا میں مقابلے کے لئے اُن کا آنا ضروری ہوا تو دُنیا کا سردار خود ان کے مقابلے کے لئے روبرو آپہنچا اور جن آزمائشوں سے ان کا مقابلہ کیا وہ وہی تھیں جن میں تمام دُنیا پھنسکر مُبتلا ہوگئی تھی یعنی تین ایسے آثار دُنیا کے نظر آتے ہیں جن میں کل بنی نوع انسان ہر قوم وملت و مذہب کے مبتلا ہیں۔ اول ہیں یا خودی کا فکر ہیں کیا کھاؤں اور کیا پہنوں۔ دوم بے دینی یا خدا فراموشی سوم خودغرضی یعنی یہ کل دُنیا میری ہوجائے۔ یہ سب آزمائشیں بیابان میں کنایۃً اور دُنیا میں حقیقتاً ان کے سامنے آئیں مگر ان کے نیک عندیہ اور ارادے میں سرمو فرق نہ آیا اور اُن کا ایمان برقرار رہا۔ اور خدا اور انسان سے محبت کے سوا کسی قسم کا لالچ یا خودپسندی نے جو کہ بُت پرستی ہے۔ اُن کے دل میں گھر نہیں کیا۔ جب وہ دُنیا میں وارد ہوئے تو ایک طرف ان کی یہ حالت کہ لومڑیوں کے لئے بھٹ۔ ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔ دوسری طرف وہ کھاتے پیتے ملتے جُلتے رہے جس نے بلایا اُس کے گھر گئے۔ جس نے کھلایا اس کا کھایا مگر ان چیزوں کا خود فکر نہیں کیا۔ حاکم کی بجائے خادم کی صُورت اختیار کی۔ اپنے کو خالی کیا تاکہ دُوسرے سیر ہوں اور دُوسروں کی سیوا اور تعلیم دینے میں اپنے دن کاٹے اور تنہائی میں خدا کو یاد کرتے رہے جو معجزے کہ اُن سے سرزد ہوئے وہ بھی خدمت کے رنگ میں طاقت

رکھتے ہُوئے۔ وُہ اپنے زور و طاقت پر پورے قابض تھے۔ کبھی ان کو بے محل اور بے جا استعمال نہیں کیا بلکہ دُوسروں کی بہتری کی خاطر۔ جو کہنا تھا اس کے کہنے سے نہیں جھجکتے۔ جو کرنا تھا وُہ کمال مستعدی سے کیا۔ اُنہوں نے بڑے یا ظالم کا مقابلہ نہیں کیا۔ نہ ان کے بیان میں کسی قسم کی کپکپی۔ بُزدلی یا ہچکچاہٹ پائی گئی۔ اس نے کسی مذہب کی توہین نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ میں توریت۔ زبور اور انبیاء منسُوخ کرنے نہیں بلکہ پُورا کرنے آیا ہوں۔ ان کے مداحوں نے کئی بار ان کو دنیوی بادشاہ بننے پر مجبُور کیا۔ مگر وُہ یہی کہتے گئے کہ میری بادشاہت یہاں کی نہیں ہے۔ مَیں دُنیا میں دُنیاوی راج کرنے کی غرض سے نہیں آیا۔ ہاں وُہ اپنی دُوسری آمد پر ضرور راج کرے گا۔

آخر میں ایک اور بڑی عظیم اور مہیب مہم اُن کے آگے آئی جس میں اُن کا مقابلہ دُنیا کے سردار کے کل مختاروں کے ساتھ ہونا تھا۔ ایک طرف تو نفرت۔ کڑواہٹ۔ جھنجھلاہٹ۔ ظلم۔ تشدد۔ جبر اور جھُوٹ اور ناراستی۔ تلوار اور بھالے غرضیکہ دُنیا کے کُل تباہ کرنے والے ہتھیار ایک کثیر لشکر کی طرح اس کے مقابلے میں صف آرا تھے۔ اور دُوسری طرف خداوند مسیح جن کے ہتھیار روحانی۔ ایک طرف تو مادی ہتھیاروں سے کام لیا جا رہا ہے اور دُوسری طرف حضرت عیسٰی دُعا کے ساتھ دُوسروں کی خاطر اور سورگ راج کا خیال رکھتے ہُوئے قربانی کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ اگر ان کے آگے کوئی اور راستہ بغیر قربانی کے ممکن تھا تو مسیح نے اس کے لئے دُعا کی کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ میرے پاس سے ہٹا لے۔ خدا کے غضب کی تلوار گناہوں کی وجہ سے آدم زاد پر جھوم رہی تھی اور انصاف مقتضی تھا کہ گنہگار اپنے گناہ کی پاداش میں سزا پاوے۔ اُس نے تین بار پیالے کے ہٹا لینے پر دُعا کی اور ساتھ ہی یہ جُملہ ایزاد کیا کہ میری مرضی نہیں کیونکہ مَیں تو اسی خاطر اس دُنیا میں آیا کہ تیرا انصاف پُورا کروں۔ تاکہ تیری محبت اور رحم کا دریا بہ نکلے۔ اس نے وُہ جان کنی کی ساعت گتسمنی باغ میں دُعا میں صرف کی تاکہ رُوح کی مستعدگی سے اس کا جسم بھی تقویت پاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ وُہ اُٹھا اور آخری مقابلے کے لئے میدان میں نکل آیا اور اس کے پکڑوانے والے شاگرد یہُودا کے ساتھ ایک انبوہ کثیر لاٹھیاں لئے ہُوئے سردار کاہنوں۔ فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے ان کے پکڑنے کو اپنے سامنے آتے دیکھا۔ یوں تو تلوار کے مقابلے میں تلوار بھی

اس کے شاگردوں کے پاس موجود تھی اور حسب حال کہ یہ اس کو خوب معلوم تھا اور اگر وُہ ایسا چاہتا تو وُہ اپنے دیگر شاگردوں اور مداحوں کو حملے کے لئے فراہم کرلیتا اور جنگ وجدل کا بازار گرم کردیتا مگر یہ اس کا مقصد نہیں تھا۔ چنانچہ کمال حیرت افزا حوصلے سے وُہ اُن کے آگے بڑھتا ہے اور اُن سے پُوچھتا ہے کہ تم کس کو ڈھونڈھتے ہو۔ اور جونہی اُس کی رُوحانی رعد کی صدا سُنتے ہیں اور اُن کے چہرے پر رُوحانیت کے پاکیزہ آثار دیکھتے تو اس رُوحانی چہرے کی تاب نہ لاکر وُہ پیچھے ہٹ کر زمین پر گر پڑتے ہیں مگر اس نے ان کو گرے رہنے نہیں دیا۔ اس نے تو اُن سے پہلے ہی صلیب پر مارے جانے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ ان کو کوئی خوف وخطر نہیں تھا۔ چنانچہ بہادروں کی طرح پھر اُن گرے ہوؤں سے پُوچھا کہ تم کسے ڈھونڈھتے ہو اور پھر مکرر کہا کہ مَیں ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ دُوسری بار کہنے پر کہ مَیں ہوں تب بھی اُن کے دُشمنوں کو جرأت نہیں ہُوئی کہ اُٹھیں اور اُن کو پکڑیں۔ چنانچہ پطرس کو اُن کی یہ عاجزی کی حالت دیکھ کر حوصلہ ہُوا کہ تلوار جو اس کے پاس تھی کھینچی اور ملخس نامی سردار کاہن کے نوکر پر چلادی اور اس کا دہنا کان اُڑا دیا۔ تین بار تو خداوند مسیح نے دُعا کی کہ یہ پیالہ میرے پاس سے ہٹالیں مگر میری مرضی نہیں اور تین ہی بار اُن کو یہ موقع ملا کہ بھاگ نکلے مگر یہ نہیں کیا۔ بلکہ پطرس سے کہا کہ تلوار کو میان کر میری بادشاہت جبر کی بادشاہت نہیں ہے جو پیالہ باپ نے مجھے دیا کیا مَیں اُسے نہ پیوُوں۔ اور وہیں چھوکر مجرُوح کے کان کو اچھا کیا وُہ طاقت جو وُہ استعمال کرسکتا تھا اس مقابلے کے موقع پر بھی دُوسرے کی بہتری کی خاطر اس کو استعمال کیا اور جب دشمنوں نے اس کو پکڑ لیا۔ یا یوں کہنا صحیح ہوگا کہ جب اس نے اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کیا تب سے اُنہوں نے پُورا سکوت اختیار کیا حتیٰ کہ اپنی بریت کے لئے بھی منہ نہ کھولا۔ جو کہنا آیا تھا وہی کہا۔ صلیب پر مرتے ہُوئے ماں کی خبرگیری کا بندوبست کیا۔ دُشمنوں کے لئے دُعا مانگی اور ڈاکو جو دشمنوں کے ساتھ لعنت میں شریک تھا اور جو ان کے ساتھ صلیب پر اپنے کئے کی سزا پارہا تھا اس کے توبہ کرنے پر اس کو معاف کیا۔ اور آخر میں یہ کہہ کر کہ پُورا ہُوا سر جُھکا کر جان دی۔

آجکل اس ملک ہندوستان میں دردِ زہ کی طرح یہ بیقراری ہُوئی ہے کہ قومیت کا عنصر ظہور پذیر ہو۔ جبکہ اس ملک کا ہر ایک رہنے والا خواہ ادنےٰ خواہ اعلیٰ خواہ غیر مذہب ہم مذہب

وہم خیال وہم آواز ہوکر ندا سے بے ساختہ یہ بول اُٹھے کہ ؎

"ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

سوراج زبان زد خلائق ہو رہا ہے۔ ہند کے پیشوا و لیڈران مابین مختلف فرقہ جات اتحاد قایم کرنے میں سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ دہلی کی اتحادی کانفرنس میں اسی مسئلہ پہ اصول قایم کئے گئے اور قراردادیں منظور فرمائی گئیں۔ ہم اُن کے نیک ارادوں اور کوششوں کی داد دیتے ہیں اور خدا کرے وُہ کوششیں عوام میں عملی پیرایہ میں کارگر ثابت ہوں۔ مگر دلی اتحاد کی صورت تب ہی ظاہر ہو سکتی ہے جب سوراج کی جگہ "سورگ راج" دل میں قایم ہو۔ چہ دم سلطان بود کی رام کہانی غرور و تکبر پیدا کرتی ہے۔ اس کے عوض میں دل کی غریبی جگہ لے۔ بجائے اس کے کہ ہم دُنیا کمانے کی دُھن میں لگے رہیں رُوح کا فکر پہلے کریں۔ اپنے زور پر نازاں ہونے کے بجائے خاکسار اور حلیم بنیں تاکہ دُنیا حاصل ہو انتقام لینے کے بھوکے اور پیاسے ہونے کے بجائے کاشکہ ہم راستی کے بھوکے اور پیاسے ہوں نہ صرف اہنسا کی تعلیم پر عامل ہوں کہ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جاوے بلکہ رحم کے کام کرنے والے بنیں تاکہ بے رحمی دُور ہو۔

نہ صرف دھیان و تپشیا سے برہم کے ساتھ لین ہوجانا نہ صرف اُن زینوں کا طے کرنا جو صوفی اصطلاح میں شریعت طریقت۔ معرفت اور حقیقت کے نام سے نامزد ہیں فنا فی اللہ ہوجانا ہمارا آئی ڈیل ہو بلکہ پہلے خود سے گناہ کا دُور کرنا اور خدا کی رضا جوئی میں مصروف رہنا ہم کو اس قابل بناتا ہے کہ ہم خدا کو دیکھ سکیں۔ ناپاک دل خدا کا صحیح پتہ نہیں لگا سکتا۔ اور جب خدا کو ہی نہ دیکھا تو ہم اپنے آپ سے بھی آشنا نہیں ہوسکتے اور نہ غیر سے بلکہ غیر ہم کو خواہ ہم جنس انسان ہی کیوں نہ ہو بھوتنا سا نظر آوے گا۔ جس کو یا تو ہم دبانا چاہیں گے اور یا اس سے پرہیز کریں گے۔ اگر "سورگ راج" ہمارے دل میں قایم ہے تو بجائے اس کے کہ ہم تفرقے اور پھوٹ پیدا کریں ہم صلح اور میل کے بانی ہونگے۔ راستی اور سچائی کی خاطر دُکھ سہنے والے تاکہ سورگ راج ہمارا ہو۔ جب سورگ راج قایم ہُوا تب سوراج کے لئے بھی ہماری قوم ضرور تیار ہوجاوے گی۔ چنانچہ جب حضرت عیسٰے موت پر غالب ہُوئے اور اس کے معدودے چند بھگوڑے شاگرد جو سورگ راج سے تو اس وقت تک بالکل ناآشنا مگر اپنی کمروں کو تلواروں سے کس کر جسمانی راج کا خواب

دیکھ رہے تھے مسیح کی صلیبی موت کے ماجرے کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر اُن کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور جسمانی راج کا انتظار بمصداق ؎

مدت سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی
تھک تھک کے گر پڑی نگہِ انتظار آج

ایک خام خیال نکلا۔ ؏

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

وُہ جو مسیح کی زمینی خدمت کے ایام میں جیتے بھی مُردوں کے ہم پایہ تھے اب اور بھی زندہ درگور ہو گئے۔ مگر مسیح خداوند کو زندہ از گور دیکھ کر چشم بار روشن دل ماشاد والی حالت طاری ہو گئی۔ اور مسیح خداوند پھر گلیل کے پہاڑ پر اُن گیارہ شاگردوں پر ظاہر ہُوا اور فرمایا کہ زمین اور آسمان کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پہلے تو وُہ حکومت اور اختیار سے خالی ہو کر صرف خدمت کرنے آئے تھے مگر اب خدمت کا دَور پورا کر کے حاکم اور فاتح کی حیثیت میں حکم فرماتے ہیں کہ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور باپ بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُنہیں یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا مَیں نے تم کو حکم دیا۔ اور دیکھو مَیں دُنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں۔

ہندوستان کے مذہبی۔ تمدنی و اخلاقی خیالات میں بہت کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہے خیالات کی تبدیلی نے ملک کی کایا پلٹ دی ہے۔ ہماری قوم میں اُمنگیں پیدا ہوئی ہیں اور اب ہر ایک ایسی غیبی طاقت کی انتظاری میں ہیں کہ ایک برقی موج محبت قوم کی رگوں میں دوڑے جو دلی اتحاد پیدا اور تعصب اور خوف اور حقارت کی رُوح دُور کر دے۔ وُہ غیبی طاقت عالم بالا سے حاصل ہو سکتی جو رُوح القدس کی طاقت ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ خدا جلد وُہ مبارک مقبولیت کے ایام لائے۔ آمین ✦

احقر ایچ گولک ناتھ

جناب پادری ہنری گولک ناتھ ماڈریٹر جنرل اسمبلی کے مندرجہ بالا پیشکش کیطرف ہم اپنے ناظرین کی خاص توجہ دلاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

خداوند مسیح اور بیسویں صدی

(از خامۂ جناب ڈاکٹر آئی - یُو - ناصر صاحب از لاہور)

یہ ایک یقینی امر ہے کہ ابتدائی مسیحی صدی سے آج تک انسان کی سرشت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی - اب بیسویں صدی میں وُہ کونسی بات ہے جس کا ذکر خاص طور پر مسیح کے ساتھ کرنے کے لائق ہے - مسیح کی تعلیم کی یہ ایک صفت ہے کہ وُہ ہر زمانے اور ہر ملک کے لوگوں کے مناسب حال ہے - ہر طبقے کے آدمیوں کی مسیحی مذہب کے وسیع حلقے میں جگہ ہے ہم اس وقت مختصر طور پر دیکھیں گے کہ موجودہ صدی میں مسیح کس پایہ پر ہے اور کہاں تک اُس کی ذات اور شخصیت کی نسبت علم ترقی کر رہا ہے -

بیسویں صدی ترقی کی صدی ہے - دُنیا کے کسی شعبے کو دیکھو ترقی کے آثار نظر آئینگے آمد و رفت کے زمینی اور ہوائی وسائل اور بے تار کی خبر رسانی نے بنی آدم کو روئے زمین پر ایک نئے رشتے میں منسلک کر دیا ہے - خیالات کے تبادلے کے نئے نئے ذرائع پیدا ہو گئے ہیں - سائنس کی ترقی دن دُونی رات چوگنی ہو رہی ہے - رُوحانی اور اخلاقی معاملات بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں رہے - اب چونکہ مسیح کا خاص تعلق رُوحانی عالم کے ساتھ ہے - ہم سب سے پہلے اسی کا ذکر کرینگے - وحشی آدم خور سے اعلیٰ تریں انسان تک سب کسی نہ کسی مذہب کے پیرو ہیں - اگر تاریخ مذہب کا شروع سے مطالعہ کیا جائے - تو ثابت ہوگا کہ مذاہب کا رُخ مادہ پرستی اور بُت پرستی سے رُوحانیت کی طرف ہو رہا ہے - تجربہ شاہد ہے کہ جب کسی مذہب کا سابقہ کسی ایسے مذہب سے پڑتا ہے جو اخلاقی اور رُوحانی پایہ میں اُس سے افضل ہے تو وُہ مذہب اپنی حالت سے خوش نہیں رہتا - بلکہ جس طرح ہوسکے اپنی پست حالت کو اُس اعلیٰ مذہب کی طرف اوپر اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے - یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ غیر مسیحی ادیان کے پیرو اپنے اپنے مذہب کی اصلاح اور رفوگری میں سر توڑ جدوجہد کر رہے ہیں - کثیف اور نامعقول تعلیم کو نئی نئی تفسیروں اور تشریح کے سہارے کھڑا کرتے ہیں اور اپنے ہادیوں کے معیُوب اور قابل نفرین افعال پر پردہ ڈال رہے ہیں

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ مذہبی انقلاب مسیح کے مذہب کے طفیل ہے۔ مسیح نے دُنیا میں ایسی رُوح پھونک دی ہے کہ سب مذہب اُسی کی شخصیت اور تعلیم سے متاثر ہو کر اپنی اپنی درستی میں مصروف ہیں۔ ہندوستان میں جو بُری رسمیں مذہب کی آڑ میں محفوظ سمجھی جاتی تھیں مسیحی مذہب نے بعض کا قلع قمع کر دیا۔ اور باقی بھی کوئی دن کی مہمان ہیں۔ اچھوت ذاتوں کی بغلگیری بُت پرستی کی مخالفت کثیر الازدواجی اور دیگر اسی قسم کی قبیح رسوم کے خلاف عام رائے کی صدائے احتجاج ایسے نشانات ہیں جن کو دیکھ کر مسیحیوں کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ یہ خصوصاً بیسویں صدی کا معجزہ ہے کہ مسیح دُنیا کے مذاہب کو تہ و بالا کر رہا ہے۔ وُہ وقت دُور نہیں جب ہندوستان مسیح کی عدیم النظیر شخصیت سے گرویدہ ہو کر اُس کے قدموں میں سرنگوں ہو گا۔

سیاسی اور اخلاقی دُنیا میں بھی ایک بڑا بھاری انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ مسیحی ممالک کے درمیان ایک خونخوار جنگ کا ہونا نہایت شرم کی بات ہے۔ مگر کوئی انصاف پسند شخص عقل سلیم رکھتے ہُوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسیحی اقوام میں مسیح کی تعلیم نے جنگ و جدل کی رُوح پیدا کر دی ہے۔ یہ انسان کی جبلی وحشت اور حیوانی جذبہ ہے جو اُس کو ایک دُوسرے کے گلوگیر ہونے کی طرف مائل کرتا ہے۔ اگر اس وحشت کو روکنے والی کوئی چیز ہے تو وہ مسیح کا مذہب ہے۔ جہاں تک کوئی شخص یا قوم مسیح کی پاک تعلیم اور نمونے سے متاثر ہو گی اُسی قدر وُہ لڑنے بھڑنے سے گریز کرے گی۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ باوجود جنگ کی خونخواری کے غنیم قیدیوں اور زخمیوں کے ساتھ نہایت ہمدردانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ بین الاقوام جھگڑوں کو نبٹانے کے لئے ایک خاص مجمع تجویز کیا گیا ہے جس میں بہت سے پیچیدہ معاملے مصالحت سے طے کئے جاتے ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ مجمع پُورے طور پر کامیاب ہُوا ہے۔ مگر اس کی ہستی اس امر کا ثبوت ہے کہ مسیحی اقوام کا رُخ مصالحت اور آشتی کی طرف ہے۔ یہ سب مسیح کی رُوح کا اثر ہے۔ پھر یہ ایک مانی ہُوئی بات ہے کہ جب دُنیا کے مذاہب میں اخلاق کے اعلیٰ ترین نمونے کی تلاش کی جاتی ہے تو ہر ایک راستی پسند اور محقق شخص قدرتی طور پر مسیح کی طرف اپنی آنکھیں اُٹھاتا ہے۔ جب مہاتما گاندھی خود انکاری اور خود نثاری کی زندگی اختیار کرتا ہے۔ تو ہر طرف سے یہی صدا آتی ہے کہ وُہ مسیح کے نمونے پر چل رہا ہے۔ قدیم زمانے کے اُن بے رحم رُومی سپاہیوں کی طرح بہت سے لوگ مسیح کے ظاہری لباس کو لے لیتے ہیں مگر اُس کی صلیبی موت پر غور

نہیں کرتے۔ اس صدی میں بہت سے حق کے متلاشی رفتہ رفتہ اس اخلاقی منزل کو طے کر کے حق کو پا جائیں گے۔

بیسویں صدی میں سائنس کی ترقی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ براہ راست اس ترقی کا مسیح کی ذات یا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مگر سائنس کی تازہ معلومات ہمیں مسیح کی ماہیت کے سمجھنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ ان میں سے خاص ایک بات کی طرف مختصر طور پر ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ایک وہ دن تھا کہ کسی مفرد شے کے ذروں کو مادہ کے انتہائی اجزا تصور کیا جاتا تھا۔ اب ثابت ہو گیا ہے کہ ہر ایک ذرہ ایک کرہ ہے جس کے اندر بجلی کے ذرات نہایت تیزی کے ساتھ چکر لگا رہے ہیں۔ گویا ہر ایک ذرہ چھوٹے پیمانے پر ایک نظام شمسی ہے۔ یہ برقی اجزا اس ذرے کے اندر مقید نہیں بلکہ بعض نہایت سرعت کے ساتھ باہر نکل جاتے ہیں۔ یعنی مادہ کا انتہائی ذرہ قوت کا مخرج ہے۔ نیچر میں یہ قوت ہر شے کے ذرات میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ سائنس کے ماہرین اس ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں کہ اس قوت کو قابو کر کے کام میں لایا جائے۔ سائنس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ مادہ میں خود بخود حرکت پیدا نہیں ہو سکتی۔ کسی طاقتور ہی سے طاقت نکل سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مادہ کے ذرات میں یہ حرکت کہاں سے آئی۔ سائنس دان اس سوال کا جواب دینے سے عاجز ہیں مگر الہام اس مشکل کو یوں حل کرتا ہے کہ مخلوقات میں تمام حرکت کا منبع قادر مطلق خدا ہے۔ سائنس خواہ اس ہستی کی قائل نہ ہو مگر اس نتیجے سے گریز بھی نہیں کر سکتی۔ مگر ہم اس سے ایک قدم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ اب بیان کیا گیا۔ موجودات کے ہر ایک ذرے میں حرکت اور بے حد قوت کا ثبوت ملتا ہے۔ جو کام مادی عالم میں قوت کرتی ہے وہی حیوانات اور ذی روح انسان میں قوت ارادہ سے ہوتا ہے۔ دنیا میں یہی دو طاقتیں ہیں جو حرکت پیدا کر سکتی ہیں۔ مادی اشیا میں حرکت پیدا کرنے والی قوت سے سب لوگ کم و بیش واقف ہیں۔ قوت ارادہ کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ ہم کسی شے کو پکڑنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہ ارادہ ہمارے دماغ کے خاص حصوں میں ایک قسم کی حرکت پیدا کرتا ہے۔ یہ حرکت باریک تاروں کے ذریعہ جن کو اعصاب کہتے ہیں ہمارے بازو اور ہاتھ کے عضلوں اور پٹھوں کو متحرک کرتی ہے۔ اور ہم اس شے کو پکڑ سکتے ہیں۔ اب قوت ارادہ اور مادی عالم کی قوت دونوں خفیہ طور پر کام کرتی ہیں۔ دونوں کا ثبوت ان کے

ظاہری افعال سے ملتا ہے۔ کیا یہ مان لینا خلافِ قیاس ہے کہ خالقِ کائنات کا ارادہ گویا مادی عالم کی قوت میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اس تبادلہ کی نسبت ہم اپنے موجودہ علم کی مدد سے کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ جب دیدنی اشیا کے ایک ذرے کی ماہیت ہماری سمجھ سے بالا ہے اور اپنے جسم کی اندرونی حرکات اور زندگی کی ماہیت اور دیگر اسی قسم کے اسرار ہماری عقل کی حدود سے باہر ہیں تو نادیدنی عالم کی نسبت ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہم الہام کی مدد سے اس گہری کھاڑی کو عبور کر سکتے ہیں۔ جو شخص ایمان کے ذریعے سے یہ مان سکتا ہے کہ کوئی شئے نیست سے ہست ہو سکتی ہے اُس کے لئے یہ مان لینا دشوار نہیں کہ صانع مطلق رُوحانی طاقت کو مادی عالم میں منتقل کر سکتا ہے۔ اس تبادلے کے عمل میں لانے کا وسیلہ وہی ابن اللہ یا کلمتہ اللہ ہے جس کو ہم یسوع مسیح کہتے ہیں۔ "سب چیزیں اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں" تو ہم دُوسرے الفاظ میں یہ کہہ رہے ہیں کہ مسیح خدا کے اس ارادے کو جو کائنات کی خلقت کی نسبت تھا دیدنی عالم میں ظاہر کرنے کا وسیلہ ہے وہ گویا منشور ہے جس میں سے غیر مرئی روشنی مختلف رنگوں کی صورت میں ظاہر ہو گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری مثالیں اور قیاس کامل نہیں ہیں۔ مگر دیگر مثالوں کے ساتھ جن کی جھلک ہمیں سائنس کی معلومات میں ملتی ہے۔ ہمیں مسیح کی ذات وصفات کا علم حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہیں۔

آخرکار یہ بیسویں صدی بے قراری کی صدی ہے۔ انسان اپنی حالت سے خوش نہیں۔ وہ ہر بات میں ترقی کی آرزو رکھتا ہے۔ وہ تردد اور گھبراہٹ میں دن بسر کرتا ہے۔ ہر طرف دوڑ دُھوپ ہے۔ انسانی رُوح میں اطمینان نہیں۔ ملکوں میں سیاسی انقلاب ہو رہے ہیں۔ نظامِ خلقت کی کل بگڑی ہوئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انقلاب عظیم ہونے والا ہے۔ کسی بزرگ نے سچ فرمایا ہے کہ "ساری مخلوقات کراہ رہی ہے" دُنیا اپنی آنکھیں اُٹھائے ہوئے ہے کہ کہیں روشنی کی کرن اُسکی بیقراری اور نااُمیدی کی تاریکی پر پڑ جائے۔ اُسکے کان منتظر ہیں کہ کسی طرف سے کوئی شیریں آواز سُنائی دے کہ جس سے اُسکو تسلی ملے اور اُسکی رُوح پر سے بوجھ ہلکا ہو۔ ایسے آڑے وقت میں صرف مسیح کی طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ "اے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگ سب میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دونگا"۔ یہی وہ مسیح ہے جو بیسویں صدی کی اُمید اور پناہ گاہ ہے۔

(ناصر)

عالمگیر مسیح

(تحفہ جناب کیپٹن علی بخش صاحب از لاہور)

اگرچہ ہمارا خداوند یسوع مسیح ایک خاص ملک ایک خاص قوم اور ایک خاص زمانے میں مبعوث ہوا۔ لیکن وُہ ہر ملک و قوم و زمانے کو فیض پہنچانے اور بچانے آیا تھا۔ یہودی تنگ خیالی کو کشادہ دلی سے اُس نے بدل دیا۔ یُونانی فلسفے کو معرفت الٰہی سے اُس نے رنگ دیا۔ رُومی انتظام پسندی اور قانونی پابندی پر اُس نے جلا چڑھائی وحشی قوموں کو شائستہ اُس نے بنایا۔ الغرض جہاں جہاں اُس کی انجیل کو لوگوں نے خوش آمدید کہا وہاں وہاں صلح۔ اطمینان۔ عرفان اور امن و امان نے اپنا مسکن بنایا ہندوستان بھی اس نعمت سے محروم نہ رہ سکتا تھا۔ کیا آج وُہ مسیح ہندوستان کی آرزو کو پُورا کر سکتا اور اُس کی ضروریات رفع کر سکتا ہے۔ ہندوستان کی غلامی کی زنجیریں توڑ سکتا ہے۔ کیا ہندوستان کو وُہ آزاد کر سکتا ہے۔ جس سوراج حاصل کرنے کی تمنا سارے ہندوستانیوں کو لگی ہُوئی ہے کیا اُس کی تحصیل میں مسیح اور اُسکی انجیل کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ آزمائش کا موقعہ ہے اس وقت ہندوستان کی جو مشکل کشائی کرے وُہی ہندوستان کا نجات دہندہ بن سکتا ہے۔ اس آڑے وقت میں ہندوستان کی سہائیتا کون کرے گا۔ اس کی تاریکی میں نور کون چمکائیگا۔ کیا مسیح کا یہ دعویٰ ہندوستان میں پایہ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے۔ اگر وہ عالمگیر مسیح ہے تو ہندوستان میں بھی اُس کے دُنیا میں آنے کا یہ مقصد پُورا ہونا چاہیئے "اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مسح کیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سُناؤں۔ کچلے ہُوؤں کو آزاد کروں اور خداوند کے سالِ مقبُول کی منادی کروں" کیا ہندوستان کی موجودہ حالت کی یہ تصویر ہے۔ جس قدر افلاس ہندوستان میں پایا جاتا ہے شائد کسی دُوسرے ملک میں نہ ملے گا۔ اکثروں کو یہاں دو وقت کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ قیدیوں سے جس قدر جیل خانے یہاں پُر رہتے ہیں کسی دُوسرے ملک میں مشکل سے اُسکی

نظیر ملے گی۔ جس قدر بے علمی اور جہالت میں یہ ملک گرفتار ہے۔ جس قدر اختلاف جدائی مخاصمت اس ملک کے باشندوں کے درمیان پائی جاتی ہے کسی دیگر ملک میں نہ ملے گی۔ اچھوت اور نیچ ذاتیں جس قدر یہاں مظلوم اور ستم رسیدہ ہیں کسی دیگر ملک میں نہ ملیں گی۔ سچ بولنے۔ آزادانہ کلام کرنے اور اظہار خیالات کی جو پابندی یہاں پائی جاتی ہے اُس نے تو یہ صفات ہی اس ملک کے باشندوں میں تقریباً کالعدم کردی ہیں۔ تحصیل آزادی کی کوشش اور لوگوں کے جائز تقاضات کا خون جس قدر یہاں ہوتا ہے کسی دُوسرے ملک میں نظر نہیں آتا۔ الغرض مسیح کی جس قدر ضرورت اس ملک کو ہے شاید کسی دُوسرے ملک کو نہ ہوگی۔

آج مدبران ملک ہندو مسلم اتحاد کے لئے جان توڑ کر کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ہنوز روز اوّل ہے۔ مصنوعی اتحاد اگر ہو بھی گیا تو وُہ نا پکے۔ حقیقی اتحاد کا راز مسیح نے منکشف کیا جس قدر انسان خدا میں اور مسیح میں قایم ہوگا اُسی قدر اُس کا اتحاد ایک دُوسرے کے ساتھ ہوگا۔ حقیقی اتحاد کی بنیاد محبت الٰہی ہے "اے عزیزو آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے اور جو کوئی محبت رکھتا ہے وُہ خدا سے پیدا ہُوا ہے اور خدا کو جانتا ہے۔ جو محبت نہیں رکھتا وُہ خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے۔۔۔۔ محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی۔۔۔ اے عزیزو جب خدا نے ہم سے ایسی محبت کی تو ہم پر بھی ایک دُوسرے سے محبت کرنی فرض ہے۔ بلکہ انسانوں کی باہمی محبت کو ایسی محبت کے پہچاننے کا معیار ٹھہرایا۔" اگر کوئی کہے کہ مَیں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور وُہ اپنے بھائی سے محبت نہ رکھے تو جھوٹا ہے۔ کیونکہ جو اپنے بھائی سے جسے اُس نے دیکھا ہے محبت نہیں رکھتا وُہ خدا سے بھی جسے اُس نے نہیں دیکھا محبت نہیں رکھ سکتا۔ اور ہم کو اُس کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ جو کوئی خدا سے محبت رکھتا ہے وُہ اپنے بھائی سے بھی محبت رکھے۔"

ہندوستان کو آزادی چاہیئے۔ مسیح اسی مقصد کی تحصیل میں اہل ہند کو کیا مدد دے سکتا ہے؟ خداوند نے حقیقی آزادی کے دو وسائل ہم پر ظاہر کئے جن پر عمل پیرا ہونے کے ذریعے انسان حقیقی طور پر آزاد ہو سکتا ہے:۔

(۱) "سچائی تم کو آزاد کرے گی۔" اس سے پیشتر اُس نے فرمایا کہ "اگر تم میرے کلام پر قایم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے اور سچائی سے واقف ہو گے۔" اور ایک دوسرے

موقعہ پر اُس نے فرمایا کہ "راہ حق اور زندگی میں ہوں"۔ کیا سچائی کے بغیر ہم حقیقی آزادی حاصل کر سکتے ہیں؟ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک است راستی موجب رضائے خداست۔ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست۔ جب تک ہم اِس حق کو اپنے دلوں میں قبول نہ کر لیں وہ سچائی ہم میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ حقیقی آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔ خواہ ملکی آزادی ہو یا کلیسیائی۔

(۲) جہاں کہیں خداوند کی رُوح ہے وہاں آزادی ہے"۔ یہ رُوح چونکہ خود آزاد ہے اِس لئے جن میں وُہ سکونت کرتی ہے اُن کو بھی حقیقی آزادی عطا کرتی ہے۔

پس اہلِ ہند کو ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور یہ دونوں خداوند مسیح سے مل سکتی ہیں۔ ہندوستان میں ایک اور خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ انگریزی میں اسے Demoral ization کہتے ہیں۔ اِس کے لئے ہمارے ملک میں یہ مثل آئی ہے کہ کوا اپنی چال چھوڑ کر ہنس کی چال چلنے لگا تو وُہ اپنی چال بھی بھول گیا۔ ایسی دُھن میں آکر بعضوں نے نہ صرف اپنی تہذیب اپنے دیسی ناموں کو الوداع کہا بلکہ ولائیت کو بھی بدل ڈالا نہ تیتر رہے نہ بٹیر۔ دیسی ٹوڈ خراسانی دولتی والا معاملہ ہو گیا۔ خداوند مسیح نے گو وُہ ساری دُنیا کے لئے آیا تھا۔ اپنے قومی لباس۔ یہودی نام اور قطع وضع کو بدل نہ ڈالا۔ بلکہ قومی خواص کو تکمیل تک پہنچایا ہر قوم و ملت سے یسوع یہی توقع رکھتا ہے کہ اپنے قومی خواص و صفات کو خداوند کی نذر کرے تاکہ وُہ اُن کو برکت دے اور اُن کو تکمیل کے درجے تک پہنچائے۔ انگریزوں نے انگریزی خواص فرانسیسیوں نے فرانسیسی صفات۔ جرمنوں نے جرمنی خوبیوں کو مسیح کے قبول کرنے سے دُور نہیں کیا بلکہ اُن کو ترقی دی۔ ہندوستانیوں سے بھی مسیح یہی چاہتا ہے کہ وُہ اپنے قومی خواص۔ صفات و خوبیوں کو قائم رکھتے ہوئے اُن کو ترقی دیں۔ قومی تجارت قومی صنعت و حرفت قومی طور طریقے قومی قطع وضع۔ الغرض جو کچھ قومی ہو اور معصوم و گناہ سے مُبرا ہو اُس کو دور دفع نہ کریں بلکہ اُس کو ترقی دیں۔

رہا سوراج۔ یہ تو مسیح کے آنے کا ایک خاص بڑا مقصد تھا۔ اسی کا دوسرا نام "آسمان کی بادشاہت" یا "خدا کی بادشاہت" آیا ہے۔ "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے"۔ بائبل میں اِس سوراج کا نقشہ یہ کھینچا گیا ہے "اُس میں رونے کی آواز کبھی پھر سُنی نہ جائے گی اور نہ نالہ کرنے کی آواز۔ سو آگے کو وہاں کوئی ایسا لڑکا نہ ہوگا جو کم

عمر رہے اور نہ ایسا کوئی بوڑھا جو اپنی عمر پوری نہ کرے..... وہ گھر بنائیں گے اور اُن میں بسیں گے۔ اور وہ تاکستان لگائینگے اور اُن کے میوے کھائینگے اور ایسا نہ ہوگا کہ وہ بنائیں اور دوسرا لیوے وہ لگائیں اور دوسرا کھائے..... انکی مشقت بے ثمر نہ ہوگی..... بھیڑیا اور بھیڑ ایک ساتھ چلیں گے اور شیر ببر بیل کی مانند گھاس کھائیگا..... وہ میرے سارے کوہ مقدس پر دکھ نہ دینگے اور ہلاک کرینگے خداوند فرماتا ہے۔ (یسعیاہ ۶۵)

کیا اہل ہند کی دلی تمنا کا یہ پورا اظہار نہیں۔ یہ سوراج عطا کرنے مسیح آئیگا۔ اے خداوند جلد آ اور اس ہندوستان کو فی الحقیقت بہشت نظیر بنا۔ (ایسجے - علی بخش)

مزید اخبارات

ہمیں حال ہی میں راولپنڈی جانیکا اتفاق ہوا اور وہاں کے تقریباً سب معزز مسیحی اصحاب سے ملاقات حاصل کرنیکا فخر حاصل ہوا۔ رائے بہادر لالہ منگت رائے ایگزمکس آفیسر اور مسز منگت رائے مسیحی جماعت میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔

کنور شمشیر سنگھ صاحب سول سرجن راولپنڈی سے تبدیل ہو کر جلندھر تشریف لائے ہیں۔ کنور صاحب جہاں جاتے ہیں آپکی لیاقت اور ہردلعزیزی کا ہمیشہ شہرہ ہوجاتا ہے۔ آپ مسیحیوں پر خاص نظر عنایت رکھتے ہیں۔ بلا فیس انکا معالجہ کرتے ہیں مسیحیوں کے لئے واقعی آپکا دم قدم باعث رفاہیت ہے۔

مسٹر بی۔ سی۔ لال صاحب۔ یو پی مشن سکول کے ہیڈ ماسٹر بڑی عمدگی سے اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ سکول دن بدن ترقی پر ہے۔ ہندو مسلمانوں میں آپکی لیاقت اور شرافت کی بہت شہرت ہے۔

مسٹر ہانس لی سے ملکر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ آپ کالج میں ۲۳ سال سے کام کر رہے ہیں۔ انکی متبرک ذات پر ہماری قوم کو جس قدر ناز ہو کم ہے۔

مشیخت مآب بزرگ مسٹر میکولی جو ۰ د سال مشن کی خدمت کر چکے ہیں بدستور اشاعت انجیل میں سعی بلیغ فرماتے ہیں۔

عدم گنجائش کے باعث ہم اس ماہ حساب اخراجات جلسہ کانفرنس منعقدہ ۱۵ نومبر سال رواں اور فہرست اُن صاحبان کی جنھوں نے شمولیت جلسے کا اعزاز ہمیں بخشا ہے نہ چھاپ سکے انشاءاللہ اگلے نمبر میں درج کرینگے۔ کے ایل رلیا رام

نظم مولود مقدس

(تراوش قلم جناب ظہور مسیح صاحب ظہور از کانپور)

لچک لچک کر چمن میں ڈالی کسی کی آمد بتا رہی ہے
اور آب گوہر سے شبنم تر گلوں کے مکھڑے دھلا رہی ہے

نسیم بیت اللحم خوشی سے لبوں کے غنچے کھلا رہی ہے
مشام عالم کو نکہت گل مہک مہک کر بسا رہی ہے

لب چہک کر عنادل ہیں اگلوں کو نغمہ سنا رہی ہے
روش روش پر قطار پھولوں کی اپنا جلوہ دکھا رہی ہے

شگفتہ ہو گئی دلوں کی کلیاں خزاں زمانے سے جا رہی ہے
نوید فرحت یہ جانفزا ہے بہار عالم میں آ رہی ہے

ہوا ہے شرق میں کس کا تارا طلوع جس سے ہے ماند سورج
سر فلک چشم پیر گردوں چمک سے کیوں تلملا رہی ہے

زمیں پہ اترا ہے مہر انور ہوا ہے بیت اللحم منور
عجب ہے چرنی کا آج منظر وہ نور سی جگمگا رہی ہے

محل سراؤں کے رہنے والو نگاہ عبرت سے جھک کے دیکھو
سرا میں ٹکنے کی جا نہیں ہے تو آنکھیں چرنی بچھا رہی ہے

فلک پہ رکھتے تھے رتبہ عالی زمیں پہ پائی ہے پست حالی
یہی تو ہے اک ادا نرالی جو سب کے دل کو لبھا رہی ہے

زمیں پہ صلح و سلامتی ہو فلک سے آواز آ رہی ہے
رضا رضا کی صدا زمیں سے بھی آسمانوں پہ جا رہی ہے

وہ کون دل ہے جو تیری خاطر نہیں ہے بیت اللحم کی چرنی
تری ولادت کی رنگ لیاں تمام خلقت منا رہی ہے

تری محبت کی نکہت ایسی بسی ہے اپنے مشام جاں میں
چمن میں جب گل کو سونگھتے ہیں تو اس میں بو تیری آ رہی ہے

نہ کیوں ہوں شاداں مریض عصیاں بنا خدا خود ہے آج انساں
چھٹی شریعت سے قید انساں خوشی یہی دل میں چھا رہی ہے

جہاں میں آیا شفیع عالم ہوا شریک مصیبت و غم
ظہور محشر کا اب نہیں غم صدا یہ ہر سو سے آ رہی ہے